چھٹی صدی ہجری کی مستند تفسیر قرآن

تفسیر زاہدی

سورۂ فاتحہ

مُفَسِّر

حضرت ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی المشتہر بہ امام زاہدؒ

اردو ترجمہ

ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی

شرف الاشاعت، گلزارِ ابراہیم، بھینسا سور، بہار شریف

چھٹی صدی ہجری کی مستند تفسیر قرآن

تفسیر زاہدی

سورۂ فاتحہ

مُفَسِّر

حضرت ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی المشتہر بہ امام زاہدؒ

اردو ترجمہ

ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی

ناشر

شرف الاشاعت، گلزارِ ابراہیم، بھینساسور، بہار شریف (نالندہ)

17|06|05

نام کتاب	:	تفسیر زاہدی
مفسر	:	حضرت ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی المشتہر بہ امام زاہدؒ
اردو ترجمہ	:	ڈاکٹر محمد علی ارشد شرفی
ناشر و رابطہ	:	شرف الاشاعت، گلزارِ ابراہیم، بھینسا سور، بہار شریف، نالندہ-803101 Ph. No. 06112-23040, 20542
اشاعت	:	طبع اوّل 2001ء
تعداد	:	ایک ہزار
کمپوزنگ	:	ایروگراف کمپیوٹر، آریہ کمار روڈ، پٹنہ-۴
مطبوعہ	:	انڈین آرٹس آفسیٹ، قاضی پور، نیا ٹولہ، پٹنہ-800004
ہدیہ	:	۳۵ روپے Rs. (35)

ملنے کے دیگر پتے

* شرف الاشاعت، گلزارِ ابراہیم، بھینسا سور، بہار شریف، نالندہ (بہار) 803101
* مکتبۂ شرف، بیت الشرف، خانقاہ معظم، بہار شریف، نالندہ
* خانقاہ فردوسیہ، ۱۸-، لنٹن اسٹریٹ کولکاتا-۷۰۰۰۷۳
* شرف بک ڈپو، بڑی درگاہ، بہار شریف، نالندہ
* پرویز بک ہاؤس، سبزی باغ، پٹنہ
* سہراب بک ڈپو، جامع مسجد، ریلوے اسٹیشن، پٹنہ جنکشن

خط و کتابت کے پتے

شرف الاشاعت، گلزارِ ابراہیم، بھینسا سور،
بہار شریف، نالندہ (بہار) 803101

فہرست مضامین

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہٗ

نے فرمایا

"تفسیر امام زاهد عجب تفسیری افتاده است. آنچه محتاج الیه است که دین را بدان حاجت است، آں بزرگ دریں تفسیر آورده است هیچ ترك نه کرده است زیادت نه گفته است که طبع را ازاں ملال آید."

(خوان پُرنعمت مجلس ۳۹)

ترجمہ

"تفسیر امام زاہد ایک عجیب تفسیر ہے۔ دین کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے امام زاہد نے اس تفسیر میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ کچھ چھوڑا نہیں ہے اور نہ بہت طویل کیا ہے جو طبیعت پر بوجھ بنے۔"

حرف آغاز

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحمٰنِ الرَّحِيۡمِo

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِیۡ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِهٖ الۡکِتٰبَ لِیُخۡرِجَ بِهٖ مِنۡ ظُلُمٰتِ الۡجَهۡلِ اِلیٰ نُوۡرِ الۡعِلۡمِ وَالۡهُدٰی وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصۡحَابِهٖ وَسَلَّمَ تَسۡلِیۡماً کَثِیۡراً کَثِیۡرا.

مسلمانوں کے اخلاقی زوال، دینی و مذہبی انحطاط، معاشی ومعاشرتی ابتذال، ذلت ورسوائی شکست و پسپائی اور باطل قوتوں سے خوف و دہشت کا واحد سبب یہی ہے کہ آج مسلمانوں نے قرآن کریم کے افہام و تفہیم سے اپنا رابطہ منقطع کر لیا ہے، ننانوے فی صد مسلم گھرانوں میں قرآن مجید کی تلاوت کا سلسلہ بند ہے اور ایک فی صد مسلم گھرانے ایسے ہیں جہاں صرف تلاوت و قرأت پر اکتفاء کر لیا گیا ہے۔ حفظ درجے کے مدارس بکثرت کھولے جا رہے ہیں لیکن قرآن پاک کے مفاہیم کو سمجھنے سمجھانے اور اس سے متعلق تدبر و تفکر پر کوئی توجہ نہیں دی جا رہی ہے جب کہ قرآن پاک پکار پکار کر کہہ رہا ہے......

اَفَلَا یَتَدَبَّرُوۡنَ الۡقُرۡاٰنَ [1]۔ (بھلا یہ قرآن میں غور وفکر کیوں نہیں کرتے)

کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ اِلَیۡکَ مُبٰرَکٌ لِیَدَّبَّرُوۡا اٰیٰتِهٖ [2]۔ (یہ کتاب جو ہم نے تم پر نازل کی ہے بابرکت ہے تاکہ لوگ اس کی آیتوں میں غور کریں۔)

کَذٰلِکَ نُفَصِّلُ الۡاٰیَاتِ لِقَوۡمٍ یَتَفَکَّرُوۡنَ [3]۔ (جو لوگ غور وفکر کرنے والے ہیں ان کے لئے ہم اپنی نشانیوں کو اسی طرح کھول کر بیان کرتے ہیں۔)

---

[1] النساء/۸۲۔ [2] ص/۲۹۔ [3] یونس/۲۴۔

كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ [1]۔ (اس طرح خدا تم سے اپنی آئتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے تاکہ تم غور وفکر کرو۔)

وَاَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الذِّكْرَ لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ [2]۔ (اور ہم نے تم پر بھی یہ کتاب نازل کی ہے تاکہ جو ارشادات لوگوں کے لئے نازل ہوئے ہیں وہ ان پر ظاہر کر دیں اور تاکہ وہ غور وفکر کریں۔)

مدارس کے شعبۂ حفظ میں جس کثرت سے طلباء کا داخلہ لیا جاتا ہے اگر ان کو حفظ قرآن کے ساتھ ساتھ قرآن فہمی کی طرف بھی مائل کیا جاتا تو آج مسلم معاشرہ اس ابتری کا شکار نہیں ہوتا۔ مدرسوں سے فارغ طلباء اپنے قلوب کو قرانی آیات سے سجا کر اور اپنے کردار وعمل کو قرانی اسباق سے سنوار کر جب اپنے اپنے علاقے میں پہنچتے تو وہاں نور کی کرنیں بکھیر دیتے فراغت کے بعد جہاں جاتے اور جس شعبے سے منسلک ہوتے وہاں نمونۂ اسلاف بن کر رشدو ہدایت کی ذمہ داریاں ادا کرتے اور ساری دنیا میں انقلاب برپا کر دیتے ٹھیک اسی طرح جس طرح ہمارے اسلاف نے قرآن پاک کو سینے سے لگا کر، اپنے اعمال و کردار کو قرآن کے سانچے میں ڈھال کر، اپنے اخلاق کو قرآن کے زریں اصولوں سے سجا کر ساری دنیا میں اسلام کا ڈنکا بجا دیا تھا، اسلام کے پرچم کو ساری دنیا میں لہرا دیا تھا، مسلم جانبازوں کے سامنے باطل قوتوں کو جھکا دیا تھا، اپنے گھروں، اپنی نجی مجلسوں، اپنی مسجدوں اور اپنے اطراف و جوانب کو قرآن فہمی کا مرکز بنا دیا تھا میرا خیال ہے کہ آج بھی اسی ذوق وشوق کی ضرورت ہے اور اب صرف یہ کہنے سے کام چلنے والا نہیں کہ ”تیرے قرآن کو سینوں سے لگایا کس نے“

---

[1] البقرہ/۲۶۶ [2] النحل/۴۴

الحمدللہ کہ ادھر چند برسوں سے مسلمانوں کے باشعور طبقے میں وقت کی اس اہم ضرورت کا احساس بیدار ہوا ہے اور بعض لوگوں نے اپنے اپنے علاقے کی مسجدوں میں تفسیر قرآن کے درس کا نظم کیا ہے اسی جذبۂ صادق نے اس گنہگار فقیر کو **تفسیر زاہدی** کے اردو ترجمہ کی پیش کش پر آمادہ کیا ہے اور **سورۂ فاتحہ** کی یہ تفسیر اسی کی پہلی کڑی ہے۔

تفسیر زاہدی ایک قدیم اور مستند تفسیر ہے۔ جو ۵۱۹ھ ہجری مطابق ۱۱۲۵ء میں لکھی گئی۔ حضرت ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی المشتہر بہ امام زاہد رحمۃ اللہ علیہ نے بہت بڑی محنت وجانفشانی سے اسے مرتب فرمایا۔ جس مخطوطہ کی عکسی کاپی اس فقیر کے پیش نظر ہے اس کی کتابت محمد اکرم بن محمد شریف بن محمد نے ۱۱۲۲ھ سے ۱۱۲۵ھ کے درمیان کی ہے۔

یہ ایک ایسی تفسیر ہے جس کو اکثر بزرگوں نے اپنے مطالعہ میں رکھی ہے اور اس کے اقتباسات کو اپنی تصانیف میں جگہ دی ہے۔ سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری قدس اللہ سرہ (۷۸۲ھج) کی شاید ہی کوئی کتاب ہو جس میں اس تفسیر کی عبارتیں اور حوالے نہ ہوں، حدتو یہ ہے کہ اپنی مہتم بالشان تصنیف ''**شرح آداب المریدین**'' کی ابتداء اسی تفسیر کی عبارت سے کی ہے، اور اس تفسیر کی عظمت وافادیت سے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ آپ کے ملفوظ ''**خوان پر نعمت**'' میں یوں مرقوم ہے۔ فرماتے ہیں:

''تفسیر امام زاہد ایک عجیب تفسیر ہے۔ دین کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے امام زاہد نے اس تفسیر میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ کچھ

چھوڑا نہیں ہے۔ اور نہ بہت طویل کیا ہے جو طبیعت پر بوجھ بنے۔ اس کے بعد یہ حکایت بیان فرمائی کہ قاضیِ اروِل قاضی بدرالدین ایک روز یہاں آئے تھے کہ رہے تھے کہ مولانا شمس الدین یحییٰ[1] کے سامنے سبق دیتے وقت جب کوئی آیت آجاتی اور اس کی تفسیر کی ضرورت ہوتی تو اس کے باوجود کہ ان کے پاس عربی کی بہت ساری تفسیریں موجود تھیں پھر بھی اس خادم کو تفسیر امام زاہد لانے کا حکم دیتے''۔

(ترجمہ خوان پر نعمت ص ۱۵۰)

اس تفسیر کی اصلاح حضرت خواجہ خضر علیہ السلام نے کی ہے اس واقعہ کو سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں قدس سرہٗ نے یوں بیان فرمایا ہے:

''جب حضرت امام زاہد نے اس تفسیر کا مسودہ مکمل کیا تو چند روز تک گھر ہی میں رکھا۔ شاگردوں اور احباب میں سے ہر شخص نے کہا کہ حضرت اس مسودہ کو باہر لاتے تاکہ ہم لوگ اس کو صاف کر لیتے۔ لیکن آپ نے کسی کو نہیں دیا۔ اس کے بعد جب اصرار بہت بڑھ گیا تو ایک روز باہر لائے اس وقت بغداد میں تھے۔ ایک عزیز سے کہا یہ چاروں جلد لے جاؤ اور دجلہ میں ڈال دو۔ جب وہ عزیز ان چاروں جلدوں کو لے کر باہر آئے تو اور دوسرے عزیز ان کے پیچھے پیچھے باہر آئے۔ اور ان سے کہا کہ ان کتابوں کو

---

[1] مولانا شمس الدین یحییٰ بہت بڑے بزرگ، اپنے وقت کے مشہور و معروف عالم، حضرت خواجہ نصیر الدین محمودؒ کے استاد، بہت ساری کتابوں کے مصنف اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیا رحمۃ اللہ علیہ کے مرید و خلیفہ تھے۔

دجلہ میں ہرگز نہ ڈالنا۔ معلوم نہیں حضرت نے کس حال اور کیفیت میں ایسی بات کہی ہے۔ دَجلہ میں ڈالنا مصلحت کے خلاف ہے۔ اس کو ہم لوگ کہیں رکھ دیں اور اس عزیز کو سمجھا دیا کہ اگر حضرت پوچھیں تو کہہ دینا کہ ہاں ڈالدیا ہے۔ دوسرے دن جب حضرت نے اس عزیز سے دریافت کیا کہ ڈال دیا؟ انہوں نے کہا جی ہاں! ڈال دیا۔ پھر حضرت نے پوچھا کہ اس وقت تم نے کیا دیکھا؟ کہا کچھ نہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں تم نے نہیں ڈالا ہے جاؤ اور ڈال دو۔ اب عزیزوں نے کہا اس میں ضرور کچھ مصلحت ہے وہ عزیز گیا اور چاروں جلدوں کو دجلہ میں ڈال دیا۔ دیکھا کہ پانی درمیان سے ہٹ گیا۔ ایک صندوق نکلا۔ وہ چاروں جلدیں اس صندوق میں چلی گئیں۔ پانی جیسے پہلے تھا اسی طرح مل گیا۔ وہ عزیز واپس آکر حضرت کی خدمت میں حاضر ہوئے آپ نے پوچھا تو نے کیا کیا؟ کہا میں نے ڈال دیا۔ آپ نے کہا اس وقت کیا دیکھا؟ انہوں نے عرض کیا کہ جب میں نے دجلہ میں ڈالا تو دیکھا کہ پانی درمیان سے ہٹ گیا۔ ایک صندوق درمیان سے نمودار ہوا چاروں جلدیں اس صندوق میں چلی گئیں اور پانی پہلے کی طرح مل گیا۔ حضرت نے فرمایا کہ اب تم نے ڈال دیا۔ وہ دن اسی طرح گذر گیا۔ دوسرے دن صبح سویرے اُسی عزیز کو بلایا اور کہا جاؤ ان چاروں جلدوں کو لے آؤ۔ وہ عزیز گئے دیکھا کہ دجلہ کے کنارے چاروں جلدیں رکھی ہیں۔ لاکر حضرت کی خدمت میں پیش کر دیا۔ آپ نے کھول کر دیکھا تو جگہ جگہ نشان لگا ہوا تھا عزیزوں سے فرمایا

کہ جہاں جہاں نشان لگا ہے اس کو نقل نہ کیجئے اور جہاں نشان نہیں لگا ہے اس کو نقل کر لیجئے۔ جب عزیزوں نے اس راز کو دریافت کیا تو فرمایا کہ بھائی خضر سے درخواست کی کہ اس کتاب کو اپنی چشم مبارک سے دیکھ لیجئے لہٰذا جہاں جہاں غلطیاں تھیں وہاں انہوں نے نشان لگا دیا ہے یہ نشان جو تم دیکھ رہے ہو حضرت خضر نے لگایا ہے''

(ترجمہ خوان پر نعمت ص ۱۵۲)

سلطان المحققین حضرت مخدوم جہاں قدس سرہ کے خلفا میں حضرت مولانا مظفر شمس بلخیؒ، حضرت مولانا حسین نوشۂ توحید بلخیؒ، آپ کے پوتے حضرت مولانا احمد لنگر دریا بلخیؒ کے مکتوبات، ملفوظات تصنیفات کے علاوہ حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ کا ملفوظ دلیل العارفین، حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ کا ملفوظ راحت القلوب، حضرت خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا ملفوظ افضل الفواید، حضرت مخدوم جلال الدین جہانیاں جہان گشتؒ کے مکتوبات اور بہت سارے بزرگوں کی تصنیفات میں اس تفسیر کی عبارتیں اور حوالے بکثرت آئے ہیں۔ جو اس بات کی روشن دلیل ہیں کہ یہ ایک مستند تفسیر ہے۔

حضرت مخدوم جہاںؒ کی تصنیفات، مکتوبات، ملفوظات اور خواجگانِ چشت کے ملفوظات کا جب بھی مطالعہ کرتا اور اس تفسیر کے اقتباسات پر نظر پڑتی تو دل میں یہ تمنا ہوتی کہ کاش اس کتاب کا اردو میں ترجمہ ہوتا۔ ۱۹۹۰ء میں جب اس کی عظمت و افادیت کا تذکرہ حضرت والد ماجد سید شاہ قسیم الدین احمد شرفی البلخی فردوسی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے عزیز ترین مرید جناب محمد شفیق صاحب مرحوم (ٹرسٹی کریمیہ ٹرسٹ جمشید پور) کے سامنے کیا تو انہوں نے مکمل تفسیر کی زیروکس کاپی خدا بخش لائبریری پٹنہ سے حاصل

کر کے حضرت والد ماجدؒ کی خدمت بابرکت میں پیش کی اور عرض کیا کہ "اس کا ترجمہ حضور کے یہاں سے ہونا چاہیئے" لیکن اِدھر حضرت والد ماجدؒ کی صحت گرتی گئی اور اُدھر اس کام کے محرک بھائی شفیق صاحب بھی بہت جلد دنیا سے چل بسے اور یہ کام اپنے آغاز سے ہی محروم رہ گیا۔

ہمارے متوسلین، احباب اور حضرت مخدوم جہاںؒ کے معتقدین کے سامنے جب اس تفسیر کا تذکرہ ہوتا تو ہر طرف سے اس کے ترجمہ کی فرمائش ہوتی، حضرت جنابحضور سید شاہ محمد سیف الدین فردوسی طال اللہ عمرہٗ زیب سجادۂ حضرت مخدوم جہاںؒ خانقاہ معظم بہار شریف بھی اکثر اپنی خواہش کا اظہار فرماتے، اور پیکر خلوص ومحبت جناب سہیل احمد خاں چیئر مین بہار اقلیتی کمیشن پٹنہ تو اس کام کی تکمیل واشاعت کے لئے سب سے زیادہ مضطرب و بے چین پائے گئے۔ اور ان کا اصرار اس فقیر کے اوپر کچھ اتنا ماسوا ہوگیا کہ مت کہئے، مگر اس کام کی عظمت اور نزاکت کے پیش نظر اسے انجام دینا میرے لئے بہت مشکل تھا کہ اب نہ دل دماغ میں توانائی ہے، نہ طمانیت قلبی، نہ ذہنی یکسوئی اور نہ ہی فرصت اور نہ ایسے مہتم بالشان کام کے لئے مطلوبہ معین و مددگار حضرات کی رفاقت ومعیت۔

چند سال پیشتر تسمیہ، سورۂ فاتحہ اور سورۂ بقرہ کے کچھ حصے کے ترجمہ کی سعادت نصیب ہوئی تھی اور وہ مسودہ کی شکل میں رکھا تھا۔ احباب اور مخلصین نے اصرار کیا کہ فی الحال کم از کم **بسم اللہ** اور **سورۂ فاتحہ** کی تفسیر شائع کر دی جائے اس سے کام کی ابتدا ہو جائے گی اور پھر اس کی برکت سے آگے کام کرنے کا ذوق پیدا ہوگا اور اللہ تعالیٰ ہمت عطا فرمائیں گے۔

میں ممنون ومشکور ہوں اپنے مخلص بھائی جناب **مولانا محمد کفیل**

الدین صاحب زاداللہ محبتہٗ ونوراللہ قلبہٗ بنور العلم والعرفان کا جنہوں نے اس کے ترجمہ میں میری معاونت فرمائی۔ اللہ تعالیٰ اس کتاب کے انوار و برکات سے ان کے قلب کومنور فرمائے۔ آمین۔

حضرت مولانا ڈاکٹر سید شاہ شمیم الدین منعمی سلمہ اللہ تعالیٰ زیب سجادہ خانقاہ منعمیہ قمریہ میتن گھاٹ پٹنہ سیٹی کی خدمت میں ہدیۂ تشکر پیش کرتا ہوں جنہوں نے اپنی بے پناہ مشغولیت کے باوجود اس فقیر کی درخواست پر تعارفی نوٹ لکھنے کے لئے وقت نکالا۔

میں ''**شرف الاشاعت**'' والوں کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں جنہوں نے اس کتاب کی طباعت و اشاعت کی ذمہ داری قبول کی اور ان کی کوشش سے یہ کتاب آپ تک پہنچی۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کی برکت سے **شرف الاشاعت** کو فروغ دے تاکہ حضرت مخدوم جہاںؒ اور دیگر بزرگوں کی تصانیف کے ترجمہ کی اشاعت کا کام جاری وساری رہے۔

اللہ تعالیٰ اس ترجمہ کو قبول فرمائیں اور اپنے حبیب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے صدقہ میں اس فقیر کے خاتمہ بخیر اور بخشش ومغفرت کا ذریعہ بنائیں۔ بَارَکَ اللّٰہ لِی وَلَکُم فِی القُراٰنِ العَظِیم وَنَفعنِی وَ اِیَّاکُم بِمَا فِیهِ مِنَ الاٰیتِ وَالذِّکرِ الحَکِیم اَستَغفِرُاللّٰہ لِی وَلَکُم مِن کُلِ ذَنبٍ فَاستَغفِرُوہ اِنَّه هُوَالغَفُورُ الرَّحِیم۔

والسلام

محمد علی ارشد شرفی

جاروب کشِ آستانۂ حضرت مخدوم حسین نوشۂ توحید بلخی قدس سرہٗ

تفسیر زاہدی اور حضرت امام زاہدؒ

پروفیسر سید شاہ شمیم الدین احمد منعمی
سجادہ نشیں خانقاہ منعمیہ، میتن گھاٹ، پٹنہ سیٹی
صدر شعبہ عربی، اورینٹل کالج، پٹنہ سیٹی

قرآن پاک کی تفاسیر میں عربی زبان میں لکھی گئی تفسیروں کا ایک طرح سے غلبہ ہے۔ قرآن کی زبان ہونے کی وجہ کر عربی زبان اس شرف کی دوسروں سے کہیں زیادہ مستحق بھی ہے۔ مفسرین کے لئے عربی میں بہ نسبت دوسری زبانوں کے کئی طرح کی سہولتیں اور آسانیاں بھی موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دوسری زبانوں میں لکھی گئی تفسریں ہم زبان قارئین کے لئے تو مفید ہوئیں لیکن تفسیری ادب میں ان کی حیثیت عربی تفاسیر کی خوشہ چینی سے آگے نہ بڑھ سکی۔ عربی تفاسیر کی تالیف بھی الگ الگ زاویے کے تحت ہوئی مثلاً کسی تفسیر میں قرآن کی بلاغت و ایجاز کی رونمائی غالب ہے تو کسی میں نحوی ولغوی بحثیں ممتاز ہیں۔ کسی میں فقہی احکام ومسائل کے استنباط کا اہتمام ہے تو کسی میں علم کلام کا استدلالی رنگ اپنایا گیا ہے تو کوئی تصوف کے رموز ونکات سے مملو ہے۔ کسی میں اکابر کے تفسیری اقوال سے ہم آہنگی کی مہک ہے تو کسی میں نئی تفسیر اور نئے انکشاف کے شوق میں بہنے کی وجہ کر تفسیر بالرائے کی چکا چوند ہے۔ کسی تفسیر میں صاف جھلکتا ہے کہ مفسر فلسفے کی بیساکھی لگائے تفسیر کی نورانی پگڈنڈی پر گرتے پڑتے آگے بڑھنے کی کوشش کر رہا ہے تو کسی میں تفسیر بے نقط کی کاوش ہی کاوش جھلکتی ہے۔ علی ہذا القیاس۔ فارسی اور اردو میں لکھی گئی تفسیروں میں بھی ازیں قبیل رجحان نظر آتا ہے چنانچہ ایسی تفسیر کی تلاش پریشان کن ہے جو ایک اوسط درجے کے قاری کو اس کی دینی ضرورتوں کے لئے متعدد تفاسیر کی خاک چھاننے سے مستغنی بنا سکے۔ آٹھویں صدی ہجری کے نابغۂ روزگار عالم اور شیخ زمانہ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری قدس سرہ (م۷۸۲ھ) کے ذہن مبارک میں بھی یہی کچھ احساسات تھے چنانچہ تفسیر کبیر اور تفسیر

زاہدی کا موازنہ کرتے ہوئے آپ کے یہی احساسات اس طرح زبان مبارک پر آئے:

''تفسیر کبیر مطالعہ کے لئے منگوایا تھا۔ پہلی جلد کا مطالعہ شروع کیا۔ اب کیا پڑھیں۔ ہر دلیل پر ایک شبہ کسی نہ کسی طرح پیدا کیا گیا ہے اور ہر شبہے کا جواب مختلف طریقے پر دیا گیا اور پھر ہر جواب پر کسی نہ کسی طرح کا سوال اٹھایا گیا ہے۔ میں نے کہا کہ اتنی ساری بحثیں میرے جیسے آدمی کے لئے یاد رکھنی مشکل ہیں تھوڑا سا مطالعہ کیا اور واپس کر دیا۔ ہاں! تفسیر زاہدی ایک عجیب تفسیر ہے۔ دین کے لئے جن باتوں کی ضرورت ہے، امام زاہد نے اس تفسیر میں سب کچھ بیان کر دیا ہے۔ کچھ چھوڑا نہیں ہے۔ اور نہ بہت طویل کیا ہے کہ طبیعت پر بوجھ بنے''۔

تفسیر زاہدی کی یہی عدیم المثال خوبی اور صفت تھی جس نے عربی زبان میں تحریر و تقریر کی قدرت کلامی رکھنے والوں کو بھی اس فارسی تفسیر کا اسیر بنا لیا تھا۔

بدقسمتی سے فارسی ادب میں تفسیر زاہدی کا مقام ہنوز طے ہونا باقی ہے۔ میں یہ نہیں کہتا کہ تفسیر زاہدی کی تالیف (۵۱۹ھ) سے پہلے فارسی میں کوئی اور تفسیر تالیف نہیں ہوئی تھی لیکن میں یہ ضرور کہنا چاہتا ہوں کہ ایسی اہم ترین مکمل و ممتاز جامع تفسیر قرآن فارسی میں تفسیر زاہدی سے پہلے نہیں لکھی گئی تھی۔ اس میں کوئی شبہ نہیں کہ فارسی میں کسی حنفی عالم کے ذریعہ لکھی گئی یہ پہلی تفسیر ہے اور علمائے احناف کی تفسیروں میں اس کا مقام امہات التفاسیر میں ہونا چاہیئے۔

تفسیر زاہدی میں کسی آیت کریمہ کے مفہوم و مطالب کی وضاحت کے لئے لغت، نحو، صرف، عربی محاورے، شان نزول، اکابر کے اقوال، ماہرین کے اختلافات، تشفی بخش جوابات، باطل فرقوں کے عقائد کا رد اور اہل سنت والجماعت کے عقائد کی توضیح و توثیق سبھی کچھ موجود ہے۔ کسی ایک آیت کریمہ کے ذیل میں مختلف النوع حوالجات اور مضامین کا جیسا عمدہ ذخیرہ تفسیر زاہدی میں ملتا ہے وہ عدیم المثال ہے۔

یہود و نصاریٰ نے نہ صرف یہ کہ اپنے دین و شریعت کے ساتھ کھلواڑ کیا بلکہ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیم کی کردارکشی کے بھی مرتکب ہوگئے۔ اپنی بدطینتی و بدقماشی پر انبیاء کی سیرت کو مجمول کرتے ہوئے فرضی داستانیں گڑھ لیں۔ اس سے بڑا المیہ یہ ہوا کہ وہی اسرائیلیات بڑی سبک خرامی کے ساتھ اسلامی تفسیری ادب میں داخلہ پا گئیں چنانچہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق چالیس دنوں تک سلطنت کے زایل ہونے کی یہ توجیہ کہ ان کی اہلیہ نے چالیس دنوں تک اپنے محل میں بت پرستی کی تھی۔ حضرت داؤد علیہ السلام کا اوریا کی بیوی پر اس حد تک عاشق ہو جانا کہ اوریا کو باہر بھیج کر مروا ڈالنے کا ارادہ کرنا تا کہ اس کی بیوی سے شادی کرسکیں۔ ازیں قبیل حضرت رسالت مآب ﷺ کی پاکیزہ سیرت طیبہ پر معاذ اللہ حضرت زینب کے عشق میں مبتلا ہونے کا الزام بے بنیاد اور یہ کہ آپ ﷺ چاہتے تھے کہ حضرت زید، حضرت زینب کو طلاق دے دیں لیکن جب حضرت زید طلاق دینے کی اجازت طلب کرتے تھے تو آپ روکتے تھے۔ ایسی بے بنیاد باتیں پاکیزہ اسلامی ادب کے مخلص قاری کے لئے مسلسل پریشانی کا باعث بنی ہوئی تھیں۔ حضرت امام زاہد نے بڑی خوبصورتی کے ساتھ ان کے اور اس قبیل کی داستانوں کے باطل، فرضی اور بے بنیاد ہونے کا اعلان عام فرمایا چنانچہ ایسے مقامات کی تفسیر کا آغاز امام زاہد اس طرح فرماتے ہیں۔

"تفسیر اس کی مشکل ہے اور سبھوں نے کچھ نہ کچھ لکھا ہے لیکن وہ خطا ہے
اور شرع کے اصول و قانون سے گرا ہوا ہے۔ پہلے میں اس خطا کو نکال ڈالتا
ہوں تا کہ آیت کہ پوری تفسیر معلوم ہو"۔

حضرت امام زاہد اپنی تفسیر زاہدی میں ایسی خطاؤں کو ایک ایک کر کے ظاہر کرتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ:

"یہ خطا ہے اور جو صحیح اور شایان اعتقاد ہے وہ یہ ہے جو میں لکھتا ہوں"۔

نہ صرف یہ کہ امام زاہد نے ایسی خطرناک، گمراہ کن داستانوں کو خطا ثابت کر کے بیخ کنی کی بلکہ یہ کہہ کر استفادہ کرنے والے کو مزید روحانی تسکین و تقویت بھی پہنچا دی کہ:

"اس پر اعتقاد کرو کل قیامت کی ضمانت میں کرتا ہوں"۔

تو مپندار کہ ایں قصہ بخود می گویم ☆ گوش نزدیک لبم آر کہ آوازی ہست

قرآن کریم کی بعض آیات کی تفسیر میں پس منظر اور مافی الضمیر تک رسائی حاصل نہ کرنے کی وجہ کر بعض مفسرین نے جب خود ہی آیت کریمہ کا مفہوم کما حقہ نہیں سمجھا تو سمجھانے اور وضاحت کرنے میں چند در چند غلطیاں ہوتی چلی گئیں۔ اسی قبیل کی ایک پریشانی حضرت ابراھیم علیہ السلام سے متعلق اس آیت کی تفسیر سے متعلق دیکھنے میں آتی ہے۔

قال هذاربّی فلمّا افل قال لا احبّ الافلين

(الانعام،٧٦)

تفسیر زاہدی میں اس آیت کی تفسیر اس طرح بیان فرمائی گئی ہے۔

"اکنون تو ویاران تو از من......ازیں شهر من (نمرود) برويد بيرون كرد شان بكنعان افتادند آنجا گروهی ستاره پرست بودند، قومی دید چشم کشاده تا ستاره کی برآید تاورا پرستند قوله فلمّا جنّ علیه اللّیل چون تاریك شد بروی شب. پدید آمد ستاره که می پر ستند نه سامان باز داشتن که قوت باز داشتن نداشت نه سامان خاموش بودن که طاقت صبرو خاموش بودن نداشت. سخنی کفت بتعریض و کنایت تا و هن و سستی در دل کا فران افکند. تاوی حق تواند کفتن. کفت هذا ربّی وایں تقدیر نیست تا کلمه الف استفهام دروی مضمراست ای أهذا ربّی . اینست خدائی من ای نیست چنانکه تو بفسوس کسی را کوئی زیرك مردئ ای نیستی و اضمارالف استفهام درکلام عادت عرب است چنانك كفت يخادعون اللّٰه ای أيخادعون الله عبادامثالکم ونظائیر بسیار است"

اس آیت کریمہ کی لفظی و سطحی تفسیر نے انبیائے کرام کے سلسلے میں اسلامی عقائد سے جو تعارض پیدا کیا یا کرتی رہتی ہیں اسے امام زاہد کی تشریح وتفسیر کے ذریعہ بخوبی حل اور دور کیا جا سکتا ہے۔ مذکورہ تفسیر میں نہ تو کوئی دوراز کار بات ہے اور نہ دور کی کوڑی بلکہ یہی صحیح صورت حال ہے جو بلا تکلف حقیقت ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ستارہ یا سورج یا چاند کو رب کہنا ہرگز کسی سوچ، غور وفکر اور شک وشبہ کا نتیجہ نہیں تھا بلکہ بطور تعریض تھا اور توحید پر یقین کامل کے ساتھ تبلیغی مصلحتوں کے تحت اس طرح فرمایا۔ جزاہ اللہ تعالیٰ خیر الجزا۔

تفسیر زاہدی کی ایک نمایاں خوبی یہ ہے کہ پوری تفسیر تدریسی انداز میں املا کرائی گئی ہے یہی وجہ ہے کہ قاری کو اس تفسیر میں کسی مشفق و متبحر استاد سے درس لینے کا مزہ محسوس ہوتا ہے ساتھ ہی بڑے سہل اور دلنشیں طریقے سے ان اشکال کا سدّ باب ہوتا چلا جاتا ہے جو ایک طالب علم کے ذہن و دماغ میں دوران درس جنم لیتے ہیں اور ایک ماہر فن استاد، طالب علم کی نفسیات سے واقفیت اور تجربے کی بنا پر خود ہی اس کا تدارک کرتا چلا جاتا ہے۔ بلا شبہ، تفسیر زاہدی اپنی اس خوبی کی بنا پر اس لائق ہے کہ جہاں کہیں بھی تفسیر پڑھائی جاتی ہو اسے داخل نصاب کیا جائے۔

سخن کز دل برون آید نشیند لا جرم بر دل

تفسیر زاہدی اس لحاظ سے بھی ایک ممتاز تفسیر ہے کہ اس میں ان آیات کی تفسیر پر خاصی توجہ دی گئی ہے جن کی من مانی توجیہات کر کے باطل فرقے پناہ ڈھونڈتے اور اپنے باطل عقائد کی بنیاد رکھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تفسیر زاہدی کا زمانہ تالیف اس اہم ضرورت کا خصوصی طور پر متقاضی تھا۔ معتزلہ کی جڑیں گہری ہوتی جا رہی تھیں کشّاف کی ادبیت اپنی جگہ مسلّم لیکن اس کے اعتزالی رنگ میں بہانگ دہل تالیف ہونے کی فضا تیزی سے ہموار ہو رہی تھی۔ مرجیہ، ثنویہ، جبریہ، اباحیہ، قدریہ، خارجیہ وغیرہ کے عقائد اور ان کی گمراہی کی وضاحت کے ساتھ ساتھ ان کے مقابل اہل سنت کے عقائد کی ستھری تفصیل تفسیر زاہدی میں ملتی ہے۔ کہیں کہیں حضرت امام زاہد کا لہجہ البغض للہ کے تحت باطل فرقوں کے لئے سخت بھی ہو جاتا ہے اور آپ ان کا ذکر ''لعنة الله عليه'' کے ساتھ فرماتے ہیں۔

تفسیر زاہدی میں جابجا تصوف کی چاشنی بھی بڑی موزونیت کے ساتھ موجود ہے جو مؤلف کے حنفی المسلک ہونے کے ساتھ ساتھ صوفی المشرب ہونے کا واضح ثبوت ہے۔ مثلاً **اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم** کی تفسیر فرماتے ہوئے۔ شیطان کے شر کے ساتھ ساتھ نفس کے شر کا تذکرہ اور اس کے علاج کے لئے استغفار کے ساتھ ساتھ روزوں کے تسلسل اور کثرت پر زور اسی ذوق کی غمازی کرتا ہے۔ جہاد بالکفار کے مقابلے میں جہاد بالنفس، جہاد اکبر ہے یہ اس پر مزید ہے عرس وسماع اور دیگر جزئیات مشرب صوفیہ پر اس تفسیر میں گراں قدر اطلاعات محفوظ ہیں۔

تفسیر زاہدی اس لحاظ سے بھی ایک مہتم بالشان تفسیر ہے کہ اس کے مفسر نے فارسی زبان میں تفسیر لکھنے کی وجہ کر صرف عربی تفاسیر کی خوشہ چینی نہیں فرمائی ہے بلکہ اکابر کے تفسیری ارشادات کے گہرے مطالعہ کے نتیجے میں کچھ ایسی تفسیری رہنمائی فرمائی جو تفسیری ادب میں اگر کسی کے لئے قابل قبول نہ ہوں تب بھی قابل غور وفکر ضرور ہیں۔ **رب العالمین** کا ترجمہ ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا اسی قبیل کی ایک مثال ہے۔

تفسیر زاہدی کی زبان کی سلاست اور بے تکلفی نہ صرف قابل تذکرہ ہے بلکہ مسحور کن ہے۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ صرف فارسی داں کے لئے یہ تفسیر مفید نہیں ہے کیوں کہ اس میں جابجا عربی کے چھوٹے بڑے ایسے اقتباسات بھی موجود ہیں جن کا مفسر علیہ الرحمۃ نے فارسی ترجمہ نہیں فرمایا ہے۔ زبان فارسی کی ارتقا کے پارکھیوں اور محققین کے لئے اس تفسیر کی زبان وسبک کا مطالعہ بہت مفید اور کارآمد ہوگا۔ نصف چوتھی صدی ہجری جب کہ تفسیر طبری کا فارسی ترجمہ ہوا سے لے کر اوائل چھٹی صدی ہجری تک جبکہ تفسیر زاہدی جیسی عظیم تفسیر فارسی زبان میں تالیف ہوئی، اس زبان کے ارتقائی سفر کا جائزہ لسانیاتی ماہرین کے لئے دلچسپ بھی ہوگا اور کارآمد بھی۔ یہی وہ دور ہے کہ جب صوفیائے کرام میں فارسی زبان میں طبع زاد تصنیف کا رجحان تیزی سے عام ہو رہا تھا۔ **کشف المحجوب**، کیمیائے سعادت اور پھر تفسیر زاہدی کی تالیف اس رجحان کی مقبولیت کا سنگ میل ہے۔

تفسیر زاہدی اپنے زمانۂ تالیف (۵۱۹ھ) کے اعتبار سے بھی بے حد اہم ہے۔ اور اسی وجہ سے اس کی خصوصیات مزید توجہ کی حقدار ہیں۔ یہی تفسیر اگر سو برس بعد تالیف ہوئی ہوتی تو اتنی

حیرت انگیز نہیں ہوتی جتنی کہ یہ ہے۔ قرآن کے تفسیری سرمایے میں جن جن تفاسیر کا بول بالا ہے، قدیم ترین کو چھوڑ کر، وہ سب کی سب تفسیر زاہدی کے بعد اور بعد عالم وجود میں آئیں خواہ وہ کشاف ہو یا کبیر یا پھر بیضاوی ہو یا مدارک۔ اس طرح تفسیر زاہدی ہمارے معروف تفسیری سرمایے کیلئے کیا پتہ ایک معتبر حوالہ یا ماخذ کے حیثیت سے بھی استعمال ہوئی ہو۔ واللہ اعلم بالصواب۔

تفسیر امام زاہد کا ایک اچھا مکمل نسخہ خدا بخش لائبریری پٹنہ میں موجود ہے اور چار حصوں میں مجلد ہے لیکن ترقیمے کی رو سے یہ دو جلدوں میں منقسم ہے۔ پہلی جلد آغاز قرآن سے سورۂ کہف کی تفسیر پر تمام ہوتی ہے اور دوسری جلد اس سے آگے ختم قرآن پر تمام ہوتی ہے۔ دونوں جلدوں کے کاتب محمد اکرم بن محمد شریف بن محمد ہیں جنہوں نے ۶۲۹ اوراق پر مشتمل دوسری جلد کی کتابت ۲۱ ر رمضان المبارک ۱۱۲۲ھ کو مکمل کی ہے جبکہ پہلی جلد کی کتابت اس کے بعد ۷۵۹ اوراق پر ۴ ر ربیع الثانی اتوار کے روز ۱۱۲۵ھ کو انجام تک پہنچی ہے۔ خدا بخش لائبریری پٹنہ کے علاوہ آصفیہ لائبریری حیدرآباد، رضا لائبریری رام پور، سالار جنگ میوزیم حیدرآباد اور مولانا آزاد لائبریری علی گڑھ میں بھی اس تفسیر کے نسخے موجود ہیں۔ اس تفسیر کے کچھ اجزا پٹنہ کی خانقاہ بلخیہ، خانقاہ مجیبیہ اور خانقاہ عمادیہ کی لائبریریوں میں بھی محفوظ ہیں۔ قیاس سے گریز کرتے ہوئے درج سنین کی بنیاد پر اس میں سب سے پرانا نسخہ رضا لائبریری رام پور کا ہے جس کی کتابت ۹۸۰ھ میں ہوئی ہے۔

اس عظیم و مہم ترین تفسیر قرآن کے ساتھ ہندوستان کی یہ خوش قسمتی ہے کہ اس کے جتنے نسخے یہاں پائے جاتے ہیں اور اس تفسیر کی جیسی مقبولیت یہاں ہو چکی ہے کہیں اور عنقا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوایل عہد سلطنت میں علماء و مشائخ کی جو بڑی تعداد ہندوستان کی جانب متوجہ ہوئی ان میں مرکزی ایشیا کے علماء مشائخ کے ذریعہ تفسیر زاہدی اپنی تالیف کے بعد جلد ہی یہاں پہنچ گئی تھی اور ہندوستان میں، جہاں عہد سلطنت سے ہی احناف کا بول بالا ہے، اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا تھا۔ تفسیر زاہدی بخارا میں تالیف ہوئی اور جن قدیم ملفوظات و تصانیف میں اس کا ذکر ملتا ہے ان کے مصنفین کا تعلق بھی بخارا سے ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیا (م ۷۲۵ھ) کے ملفوظات

میں اس تفسیر کا ذکر موجود ہے جن کا خاندان بخارا سے ہجرت کر کے بدایوں میں توطن پذیر ہو گیا تھا۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحییٰ منیری (م۷۸۲ھ) جو اس تفسیر سے بے حد متاثر تھے، ان کے استاد اور خسر حضرت علامہ اشرف الدین ابوتوامہ، بخاری تھے۔ حضرت مخدوم سید جلال الدین المعروف بہ مخدوم جہانیاں جہاں گشت (م۷۸۵ھ) کے ملفوظات میں اس تفسیر کا حوالہ موجود ہے، جن کا خاندان بخارا سے آ کر اُچ ضلع بہاولپور پاکستان میں بس گیا تھا۔ ان کے علاوہ رکن الدین دبیر کاشانی نے بھی شمائل الاتقیا میں تفسیر زاہدی سے متعدد مقامات پر استفادہ کیا ہے۔

تفسیر زاہدی کے لائق صد احترام مؤلف کے بارے میں ہماری معلومات نہیں کے برابر ہیں۔ مصنف کا نام، جو خود تفسیر میں درج ہے، اس طرح ہے:

"الشیخ الامام الاجل العالم الزاهدالاستاد المجاهد سیف الملة والدین مقتداء الاسلام والمسلمین ناصرالسنة قاطع البدعة فخرالامة جمال الاسلام والمسلمین تاج المفسرین ابو نصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی الرارورحکی"

(نسخۂ خدابخش)

اس تفسیر کے مفسّر کی تلاش و جستجو میں تذکرہ نگاروں کو زاہد لقب، زاہدی نسبت اور زاہد صفت شخصیتوں پر قسم قسم کا دھوکہ ہوا ہے چنانچہ صاحب ریحانۃ الادب اور آصفیہ لائبریری کے فہرست نگار نے اس تفسیر کو مختار بن محمود بن محمد الزاہدی (م۶۵۸ھ) سے ان کی زاہدی نسبت کی وجہ کر منسوب کر دیا ہے تو جامع العلوم وسراج الہدایہ ملفوظات حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشت کے جدید مرتب نے اس تفسیر کو محمد ابن عبدالرحمٰن ابوعبداللہ بخاری ملقب بزاہد (م۵۴۶ھ) کی تالیف بتا دیا۔ پروفیسر نبی ہادی Dictionary of Indo Persian Literature میں "زاہد" سے بہت بڑا دھوکہ کھا گئے اور انہوں نے اس تفسیر کو میر زاہد ہروی (م۱۱۰۱ھ) کے نام بغیر سوچے سمجھے ٹانک دیا۔ مولانا عبدالحیٔ فرنگی محلی نے بھی الفوائد البہیہ میں پس و پیش کی کیفیت میں محمد بن عبدالرحمٰن بخاری المعروف بہ علا زاہد کے حالات لکھتے ہوئے یہ رقم فرما دیا:

"قیل انه صنّف فی التفسیر کتابا اکثر من الف جزء"

اسی عبارت سے شاید دھوکہ کھا کر فقیر محمد جہلمی نے حدائق الحنفیہ میں یقینی لب ولہجہ اختیار کرتے ہوئے محمد بن عبدالرحمٰن بخاری المعروف بہ علا زاہد کے بارے میں یہ لکھ دیا:

''ایک نہایت کلاں تفسیر قرآن شریف کی کچھ اوپر ایک ہزار جزو میں تصنیف کی'' (ص ۲۴۹)

شاید یہ غلط فہمیاں اس وجہ سے بھی پیدا ہوئیں اور نشو ونما پاتی رہیں کہ ان میں سے کسی نے بھی تفسیر کو بذات خود نہیں دیکھا اور اگر دیکھا تو ناقص الاول دیکھا۔ کیوں کہ متن تفسیر کے آغاز میں ہی مفسّر کا تفصیلی نام درج ہے جو ہر قسم کے شک وشبہے کے بطلان کے لئے کافی ہے۔

سالار جنگ میوزیم کے توضیحی فہرست نگار حاجی مولانا محمد اشرف مرحوم نے تفسیر زاہد کے مخطوطے کو مصنف کے سلسلے میں دیکھا ضرور لیکن بزعم خود دو الگ الگ ناموں کو ضم کر کے نتیجتاً غلطی کر بیٹھے۔ ملاحظ فرمایئے:

"Abu-'n-Nasr Ahmad b. a'l Hasan b. A'd-Duraini a's Sulaimani a'd Daruajaki(الدرواجکی)better known as Zahidi (d.658/1260)"

درج مخطوط احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی الدرواجکی اور مختار بن محمود الزاہدی دو الگ الگ شخصیتیں ہیں۔ مختار بن محمود الزاہدی کا سن وصال ۶۵۸ھ متفق علیہ ہے ان کی مصنفہ شرح قدروی مشہور ہے۔ الزاہدی کے مقابلے میں ابونصر احمد بن الحسن الدرواجکی، ان کے وصال سے دوسونو سال قبل ۴۴۹ھ میں بخارا میں تشریف رکھتے تھے جس کا ذکر انہوں نے خود تفسیر زاہدی میں سورۃ الفیل کی تفسیر املا کراتے ہوئے کیا ہے۔ اور مختار بن محمود زاہدی کے انتقال سے ایک سو انچاس سال قبل تفسیر زاہدی بخارا میں املا کرائی گئی تھی۔

اس تفسیر کے مصنف کی کنیت ابونصر ہے اور نام نامی احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی ہے۔ اب تک یہ بات تشنۂ تحقیق ہے کہ آپ کی سلیمانی نسبت کس وجہ کر تھی۔ آپ کی دوسری نسبت نسخۂ خدابخش کی کتابت کے مطابق ''الرارورحکی'' تھی۔ نسخہ سالار جنگ میں یہی نسبت ''الدرواجکی''

درج ہے۔ اجواهر المضیہ میں بھی آپ کی نسبت ''الدرواجکی'' بتائی گئی ہے۔ لیکن تمیمی کی طبقات السنیہ میں ''الدورواحکی'' مندرج ہے۔ ملاعلی قاری آپ کا ذکر الاسمار الجنیہ فی اسماء الحنفیہ میں اس طرح کرتے ہیں:

''احمد بن الحسن الزاهد عرف بدرواجة احد رواة الامالی من اقران البرهان''

سالار جنگ میوزیم کے توضیحی فہرست نگار نے مصنف کی ایک اور نسبت درج کی ہے یعنی ''Ad Duraini'' یہ نسبت خدابخش کے نسخے میں نہیں ہے۔

تفسیر زاہدی کے مصنف امام زاہد کے نام سے مشہور تھے۔ حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰ منیری بارہا آپ کا ذکر اسی نام سے کرتے ہیں۔ آپ کے اسی نام سے آپ کی تفسیر، تفسیر زاہدی کہلائی۔ آپ بخارا میں روایت حدیث کی قسم امالی کے معروف راویوں میں سے ایک تھے۔ ۴۴۹ھ میں بخارا میں آپ کی آنکھوں کے سامنے ایک عدیم المثال آفت آئی تھی جس کا ذکر آپ نے تفسیر زاہدی میں اس طرح فرمایا ہے:

"می کوئیم که عجبی دیدیم که هرگز مانند آں ندیده بودیم که دریك روز سه چار هزار از بخارا بیرون آمدی والز یاده وهی سنة تسع واربعین واربعمایة" (تفسیر سورۃ الفیل)

تفسیر زاہدی کے مطالعہ سے آپ کی عربی و فارسی پر یکساں قدرت کا بخوبی پتہ چلتا ہے۔ اس تفسیر میں آپ کا تبحر علم، اصابت رائے اور تفقہ و اجتہاد کی صلاحیت جگہ جگہ نمایاں ہے۔ ایک مفسر کو جن علوم پر مہارت تامّہ ہونی چاہیے وہ حضرت امام زاہد کی شخصیت میں بحسن وخوبی موجود تھی۔ بخارا میں آپ کے حلقہ تلمذ میں زانوے ادب تہ کرنا اور روایت کرنا شرف کا باعث تھا۔ آپ کے تلامذہ میں ابوحفص شرف الدین عمر بن محمد بن عمر بن محمد بن احمد العقیلی الانصاری سر فہرست تھے۔

حضرت امام زاہد کی ایک دوسری تصنیف ''غریب امام زاہد'' کا ذکر بطور ماخذ

شمایل الاتقیاء میں ملتا ہے۔اس کتاب کے مصنف شیخ رکن الدین دبیر کاشانی نے ”غریب امام زاہد“ کے جابجا اقتباسات بھی نقل فرمائے ہیں جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس کی زبان فارسی تھی اور موضوع تصوف۔ غریب امام زاہد اب ناپید ہے کہیں اور اس کا ذکر اب تک نہیں ملا۔

حضرت مخدوم جہاں شیخ شرف الدین احمد یحیٰی منیری کو تفسیر زاہدی سے غیر معمولی شغف تھا، آپ کے کتب خانے میں اس کا ایک نسخہ موجود تھا۔تقریر وتحریر میں آپ تفسیر زاہدی کے حوالے جابجا دیا کرتے تھے۔آپ کی تصنیفات وملفوظات میں تفسیر زاہدی کے اثرات نمایاں ہیں بلکہ اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ حضرت مخدوم جہاں کی فارسی نثر پر تفسیر زاہدی کی فارسی انشا کا واضح اثر ہے۔حضرت مخدوم جہاں کا تفسیر زاہدی سے یہ تعلق فردوسی مشرب لوگوں کے لئے تفسیر زاہدی کے لئے غیر معمولی جاذبیت کا سبب بنا۔چنانچہ حضرت مولانا مظفر بلخیؒ (م۸۰۳ھ)، حضرت مخدوم حسین نوشہ توحید بلخیؒ (م۸۴۴ھ) اور حضرت مخدوم احمد لنگر دریا بلخیؒ (م۸۹۱ھ) کے یہاں بھی اتباع شیخ میں تفسیر زاہدی مقبول وممدوح رہی۔حضرت مخدوم جہاں سے روحانی تعلق رکھنے والوں اور ان کی تحریر پر جان چھڑکنے والوں کے دل میں بھی تفسیر زاہدی کے مطالعہ کی حسرت اور اس کا دیدار حاصل کرنے کی تمنا ہر دور میں مچلتی رہی ہے۔لیکن بدقسمتی سے اب تک یہ تفسیر پردۂ خفا میں ہے۔نہ تو اب تک فارسی متن چھپا ہے اور نہ ہی فارسی نثر پر کام کرنے والوں نے اس کی جانب خاطر خواہ توجہ فرمائی ہے۔فارسی نہ جاننے والے عرصے سے اس کے اردو ترجمے کے منتظر رہے ہیں بھلا ہو بزرگ محترم حضرت مولانا سید شاہ علی ارشد صاحب شرفی کا جنہوں نے اس عظیم اور ضخیم تفسیر کے اردو ترجمے کا بیڑا اٹھایا بلکہ رب قدوس کے یہاں اس بابرکت صدقۂ جاریہ کے لئے انہیں کے نام کا قرعہ نکلا۔ **ذٰلک فضل اللّٰہ یوتیہ من یشاء واللّٰہ ذو الفضل العظیم**۔حضرت مخدوم جہاں کی تصنیفات و تالیفات کی ترجمانی کا شرف آپ کے خاندان کا طرۂ امتیاز ہے۔اردو طبقہ میں حضرت مخدوم جہاں کی تعلیمات اور افکار وخیالات آج جس قدر بھی عام ہیں، اس میں آپ اور آپ کے والد حضرت سید شاہ قسیم الدین احمد فردسیؒ کا نمایاں کردار ہے۔اس تفسیر کو اردو کا جامہ پہنانے میں بھی آپ کا وہی شوق بلکہ وجدان کارفرما ہے۔ بڑی محنت،عرق ریزی و دیدہ ریزی،

خلوص اور لگن کے ساتھ وہ اس کام میں مصروف ہیں جس کی ایک جھلک سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں آپ کے سامنے ہے۔

حضرت مترجم مدظلہ العالی نے اس ترجمے کو سہل اور دلنشیں بنانے کی ہر ممکن سعی کی ہے۔ اس ترجمے میں ایک اور گراں قدر کام آپ نے یہ فرمایا ہے کہ آیات قرآنی کا ترجمہ نہ تو خود فرمایا ہے اور نہ ہی کسی اور کے ترجمہ کو نقل کیا ہے بلکہ خود مصنف علیہ الرحمۃ نے جو فارسی ترجمہ فرمایا ہے اسی کو اردو جامہ پہنا کر پیش کر دیا ہے۔ اس کام میں جو محنت ہوئی ہے وہ اس میدان کے شہ سواروں پر مخفی نہیں ہے۔ جابجا مفید حوالجات درج فرمائے ہیں اور اشاریہ بھی مرتب فرما دیا ہے اس تفسیر کا ترجمہ اور اس کی اشاعت بلا شبہ پوری ملت اسلامیہ پر ایک احسان عظیم ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا علی ارشد صاحب مدظلہ کے اس ترجمہ کو شرف قبولیت بخشے، اس کے ذریعہ سے قرآن کریم کو اور اچھی طرح سمجھنے کی راہ ہموار فرمائے، قارئین پر اس صالح لڑیچر کے پڑھنے کے واضح اثرات نمایاں ہوں اور ایک صالح معاشرہ تشکیل پائے۔ اللہ تعالیٰ **شرف الاشاعت** کی اس اشاعتی کوشش کو بھی قبول فرمائے اور اپنی بے حساب دینے والی سرکار سے مترجم اور ناشر دونوں کو مالا مال فرمائے۔ اللہ بس باقی ہوس۔



بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمدللّٰہ الذی انزل القران نوراً مضیاو جعل اتباعه دینا رضیا لتکلیف المحجوجین و وعد الموتمرین والعباد المعتدین و الصلوة علی رسوله محمد و اٰله الطیبین

حضرت شیخ، جلیل القدر امام، زاہد دوراں، استادِ وقت، مجاہد عصر، شمشیر دین و ملت، مقتدائے اسلام، پیشوائے مسلمانان، ناصرِ سنت، خاتم بدعت، فخر امت، حسنِ اسلام، آبروئے مومنان اور تاج المفسرین جناب ابونصر احمد بن الحسن بن احمد سلیمانی الرارورحکی نے کلامِ خدا یعنی قرآن کریم کی تفسیر فرمائی ہے اور ۷/شوال ۵۱۹ھ کو بخارا میں اسے املا کرایا۔ اللہ تعالیٰ انہیں اپنی بارانِ رحمت ومغفرت سے سیراب فرمائے اور اپنی رضا وخوشنودی کی چادر میں چھپالے۔ فانه تعالیٰ علی مایشاء قدیر ۝ قرآن کی تفسیر، معانی کی شرح، مجمل ومفسر، ناسخ ومنسوخ، وعدہ و وعید، احکام اور اس کی دلیل، نواہی اسباب نزول، واقعات اور اس کی موزونیت کا بیان بہت ہی اختصار کے ساتھ کیا جا رہا ہے۔ اللہ ہی بہتری کی توفیق بخشنے والا اور راہِ مستقیم کی طرف ہدایت فرمانے والا ہے۔

واللّٰہ الموفق للصواب والهادی الی الرشاد

اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم

اعــوذ کی تفسیر سے ابتدا کی جارہی ہے حالانکہ اعوذ قرآن کا حصہ نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے مطابق ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْم ۝ [1] (جب تم قرآن پڑھو تو اللہ کی پناہ مانگو شیطان مردود سے) اس آیۂ کریمہ کی رو سے حکم کی بجا آوری یہ ہوگی

[1] النحل / ۹۸

کہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم کہا جائے یعنی میں پناہ مانگتا ہوں، پناہ ڈھونڈھتا ہوں اور فریاد کرتا ہوں اللہ تعالیٰ سے اس شیطان کے شر سے جو مردود ہے اور خدا کی رحمت سے دور کر دیا گیا ہے۔

شیطان: — یہ فیعال کے وزن پر ہے اور اس میں جو نون ہے وہ اصلی ہے من شطنت الدار۔ جو دور کر دیا گیا یعنی جو اللہ کی رحمت سے بہت زیادہ دور کر دیا گیا۔

الرجیم: — انداختہ یعنی پھیکا ہوا۔ فرشتوں نے اس کو پھیکد یا عالمِ آسمان سے عالمِ زمین پر۔ فهبط متحضرا یعنی اپنے ہاتھوں کے بل نیچے گرا دیا گیا اور ہو گیا وہ مصیبت زدوں کے جیسا۔

استعاذہ یعنی پناہ مانگنا نہ صرف قرآن کی تلاوت کے وقت مستحب ہے بلکہ ہر کام کو شروع کرنے کے وقت بندہ کو شیطان کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ کا طالب رہنا ہے اور قرآن کریم کی تلاوت سے پہلے جو تعوذ پڑھنے کی بات کہی گئی ہے وہ تنبیہاً ہے اور یہ اس بات کی دلیل ہے کہ عرش سے تحت الثریٰ تک تلاوتِ قرآن سے زیادہ بہتر اور بزرگ ذکر کوئی نہیں ہے جس کے لئے زبان کھولی جائے۔

کیا تمہیں یہ نہیں معلوم کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی تلاوت کرنے والوں کو یہ خوشخبری دی ہے کہ جو قرآن کی تلاوت کرے گا ہر ایک حرف کے بدلہ دس نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھی جائیں گی۔ دس برائیاں اس کے نامۂ اعمال سے مٹا دی جائیں گی اور بہشت کے دس درجات اس کے نام لکھ دیئے جائیں گے اور آخر حدیث میں یہ بھی موجود ہے کہ الم کو ایک حرف نہیں مانا گیا ہے۔ بلکہ الف کے لئے دس، لام کے لئے دس اور میم کے لئے دس نیکیاں ہیں۔ کسی دوسرے ذکر کے

لئے ایسی خوشخبری کہاں ملتی ہے۔قرآن اللہ تعالیٰ کا کلام ہے اور یہ غیر مخلوق ہے باقی جو بھی ذکر ہے وہ مخلوق ہے۔لہذا قرآن کی تلاوت کے وقت جو ایک بہت بڑی عبادت ہے شیطان کے شر سے محفوظ رہنے کے لئے اللہ پاک سے پناہ کا طالب رہنا چاہئے۔ تلاوت قرآن کے جیسا شرف دوسرے کاموں کو حاصل نہیں اس لئے تلاوت کے وقت اللہ سے پناہ کا طالب رہنا زیادہ بہتر ہے۔

بعض اصحابِ ظاہر ظاہری طور پر اس کو آیت کہتے ہیں اور ان کا قول یہ بھی ہے کہ تلاوتِ قرآن کے بعد **اعوذ باللّٰہ** کا پڑھنا مستحب ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **فاذا قرات القران فاستعذ باللّٰہ** جب تم قرآن پڑھ لو اور اس کی تلاوت کرلو تو اس کے بعد **اعوذ باللّٰہ** بھی پڑھو۔لیکن یہ صحیح اور درست نہیں ہے اور اجماع کے خلاف بھی ہے اس لئے کہ اس آیتِ کریمہ میں ارادہ پوشیدہ ہے **اذا اردت قرات القران فاستعذ باللّٰہ** یعنی جب تم قرآن پڑھنے کا ارادہ کرو تو **اعوذ باللّٰہ** پڑھو۔اور یہ اسی طرح ہے جیسے کہتے ہیں **اذا دخلت علی السلطان فتباهب** یعنی جب تم بادشاہ کے یہاں داخل ہونے کا ارادہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے بھی فرمایا ہے **يٰاَيُّهَاالنَّبِيُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ**[1] (یعنی جب عورتوں کو طلاق دینے کا ارادہ کریں)

استعاذہ کی کیفیت (یعنی اعوذ باللہ کس طرح پڑھیں) میں بہت اختلاف ہے بخارا کے ائمہ نے حضرت عاصم کی قرات کو ہی اختیار فرمایا ہے یعنی **اعوذ باللّٰہ من الشیطن الرجیم**۔

حضرت عاصم روایت کرتے ہیں کہ میں نے زر بن جیش کے سامنے قرآن

[1] الطلاق /۱

پڑھا اور اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہا تو انہوں نے فرمایا اس طرح نہ کہئے بلکہ یوں کہئے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم اس لئے کہ جب میں نے عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے سامنے قرآن کی تلاوت کی اور اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تو مجھ سے فرمایا کہ اس طرح نہ کہئے بلکہ یوں کہئے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم ۔ اس لئے کہ جب میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں قرآن کی تلاوت کی اور اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تو آپ نے فرمایا اس طرح نہ کہئے بلکہ یوں پڑھئے اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم اس لئے کہ جب میں نے جبرئیل صلوٰت اللہ علیہ کے سامنے قرآن پڑھا اور اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم کہا تو انہوں نے کہا کہ اس طرح نہ پڑھا جائے بلکہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھا جائے اس لئے کہ جب میں نے میکائیل علیہ السلام کے سامنے قرآن کی تلاوت کے وقت اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تو انہوں نے کہا کہ اس طرح نہ پڑھیں بلکہ یوں کہیں اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم اس لئے کہ جب میں نے اسرافیل علیہ السلام کے سامنے قرآن پڑھنے کے وقت اعوذ بالسمیع العلیم من الشیطان الرجیم پڑھا تھا تو انہوں نے اس طرح پڑھنے سے منع کیا اور کہا کہ اعوذ باللّٰہ من الشیطان الرجیم پڑھئے ۔ اس لئے کہ میں نے لوحِ محفوظ میں اسی طرح دیکھا ہے۔

جس طرح شیطان کے شر سے خدا کی پناہ کا طالب رہنا چاہئے اسی طرح نفس کی شرارتوں سے بھی اللہ تعالیٰ کی پناہ طلب کرنی چاہئے جیسا کہ حضرت ابن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زیادہ تر خطبے ایسے دیئے ہیں جن میں

نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا ومن سیات اعمالنا پڑھا ہے یعنی میں اپنے نفس کی شرارتوں سے اور اپنے اعمال کی خرابیوں سے اللہ کی پناہ کا طالب ہوں۔ اور اپنی دعاؤں میں آپ ﷺ یہ دعا بھی کرتے اَللّٰھُمَّ الھمنی رشدی واعذنی من شر نفسی (اے اللہ! مجھے راہِ راست کی توفیق عطا فرما اور میرے نفس کے شر سے مجھے بچالے) نفس کی شرارت اتنی بڑی ہوتی ہے کہ اسی وجہ سے نفس کی مخالفت اور اس سے جنگ کرنے کو جہاد اکبر فرمایا گیا ہے۔ جب حضور نبی کریم ﷺ غزوہ سے واپس آتے تو فرماتے رجعنا من الجھاد الاصغر الیٰ جھاد الاکبر (ہم جہاد اصغر سے اب جہاد اکبر کی طرف واپس آرہے ہیں)

نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کا طریقہ استعاذہ اور بھوک ہے بھوک ہی کے ذریعہ انسان نفس کی شرارتوں سے محفوظ اور سلامت رہ سکتا ہے۔ اس لئے کہ بھوک ایک ایسی سزا ہے جو دوزخ کی سزا کے برابر ہے اور تمام سزاؤں سے بڑھ کر یہ سزا ہے جب اہلِ دوزخ جنّتیوں کو دیکھیں گے تو وہ آگ اور دوسری سزاؤں سے زیادہ بھوک اور پیاس کی تکلیف سے نالہ وفریاد کریں گے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے اور خبر دی ہے کہ وَنَآدٰی اَصۡحَابُ النَّارِ اَصۡحَابَ الۡجَنَّةِ اَنۡ اَفِیۡضُوۡا عَلَیۡنَا مِنَ الۡمَآءِ وَمِمَّا رَزَقَکُمُ اللّٰهُ [1] (اور دوزخی جنتیوں کو پکاریں گے کہ ہمیں اپنے پانی کا کچھ حصہ دیدیجئے یا اس رزق میں سے جو اللہ نے آپ لوگوں کو دیا ہے) جنّتی انہیں جواب دیں گے کہ یہاں تو نعمتوں کی فراوانی ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ چیزیں کافروں پر حرام کردی ہیں۔ جب آدمی کی طبیعت شہوت پر مائل ہوتی ہے تو جنت ودوزخ فریاد کرتے ہیں کہ یہ ایسے ٹھیک نہیں ہوگی اسے بھوک کی سزا دی جائے اور اس کا کھانا بند کردیا جائے پھر دیکھئے یہ کس طرح آپ کی فرماں بردار ہوجاتی ہے۔

[1] الاعراف/۵۰

حضرت ابوبکر وراق رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں نے پوچھا کہ نفس کی شرارتوں سے محفوظ رہنے کی کیا صورت ہے؟ انہوں نے فرمایا تجویعھافی تشبیعھا و تشبیعھافی تجویعھا جب بھوکے رہو گے تو تمام گناہوں سے فارغ رہو گے اور جب کھانے سے آسودہ رہو گے تو سارے گناہوں کے لئے بھوکے رہو گے، جب پیٹ بھرا رہے گا تو آنکھیں حرام چیزوں کی طرف جائیں گی، زبان جھوٹ بولنے اور غیبت کرنے کی طرف مائل ہوگی، کان دروغ اور لغو باتیں سننا پسند کرے گا، اور اسی طرح سارے اعضاء کا معاملہ ہے۔

اَلفَصْلُ الاوَّل فِی التَّسْمِیَّہ

بسم اللّٰہ الرحمٰن الرحیم

میں شروع کرتا ہوں خدا کے نام سے جو رحمت سے مَوصوف ہے

اعوذ باللّٰہ کے ساتھ بسم اللّٰہ لگانا اس لئے ہے کہ بندہ کی مراد استعاذہ سے یہ ہے کہ شیطان کے شر سے محفوظ رہے۔ یعنی میں خدائے ذوالجلال سے پناہ کا طالب ہوں۔ خدا سے پناہ کی طلب یہ ہے کہ اس کی یاد سے غافل نہ رہا جائے اور پناہ طلب کرنے کے لئے بہترین ذکر وہی ہے جو حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے متعین فرمایا ہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد ہے کل امرٍ ذی بالٍ لم یبدا بہ بسم اللّٰہ فھو ابتر یعنی ہر وہ اہم کام جو اللہ کے نام سے شروع نہ کیا جائے ناقص و ناتمام رہتا ہے، کاموں کا مکمل اور مبارک ہونا اس کی یاد اور اس کے ذکر پر منحصر ہے۔ جیسا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کلمۃ بسم اللّٰہ فاتقۃ للوثوق مسھلۃ للوعور مجنبۃ للشرور

شفاء لما فی الصدور و امان یوم النشور یعنی یہ کلمہ بندشوں کا کھولنے والا، مشکلوں کا آسان کرنے والا، تمام شر کا دور کرنے والا، دلوں کے لئے راحت و شفاء اور روز قیامت کے لئے امان ہے۔

الباء:- مفسرین کا اس بات پر اتفاق ہے کہ حرف با سے اس کلمہ کی ابتدا کرنے میں جو راز پوشیدہ ہے اس کی دلیل یہی ہے کہ اہلِ عرب حرف جر سے (کسی بات کا) آغاز نہیں کرتے تھے، اور ضرورتاً اس سے شروع بھی کرتے تو اس میں پوشیدہ راز کو مقدم رکھتے، اور یہاں پر جو راز پوشیدہ ہے وہ یا تو امر ہے یا خبر ہے (یعنی حکم دیا جا رہا ہے یا خبر دی جا رہی ہے) امر یعنی اِبتِدَاء بـاللّٰـه (شروع کرو اللہ سے) اور خبر یعنی اِبتِدِاءُ بسم اللّٰه (شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے)

اس کلمہ کی صحت کی دلیل یہ ہے کہ دوسری آئتوں سے اس راز کا انکشاف ہو جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا اقـراء بـاسم ربک [1] (پڑھئے اپنے رب کے نام سے) فسبح باسم ربک [2] (پاکی بیان کیجئے اپنے رب کے نام کی)

اور ب کو اوپر کی طرف کھینچ کر لکھا جائے تا کہ اس بات کی دلیل ہو جائے کہ یہ اصل میں باسم ہے۔ اور کثرت استعمال کی وجہ سے الف کو گرا دیا ہے۔

الاسم:- بسم اللہ یعنی باللہ۔ لفظ اسم صلہ ہے اور قرآن میں اسم صلہ کے طور پر اکثر استعمال ہوا ہے۔ اور یہاں پر جو صلہ کے طور پر استعمال ہوا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ تبریک اور قسم کے درمیان فرق پیدا ہو جائے اگر باللہ کہتے تو یہ قسم ہو جاتی۔ اور اس ذکر سے تبریک مراد ہے نہ کہ قسم۔

---

[1] العلق /۱ [2] الواقعہ /۷۴

اللّٰہ: ۔بعض نحویوں کا خیال ہے کہ لفظ اللہ مشتق ہے، وہ کہتے ہیں کہ اس کا اشتقاق اله الرجل یاله سے ہے۔یعنی اذافزع الیه ۔اور دیوانی میں وَلِهَ یَولَهُ سے مشتق کہا گیا ہے۔ یہ بھی فزع الیه کے معنی میں ہے، اور فزع الیه کے معنی اس سے پناہ ڈھونڈھنا ہے۔خداوند تعالیٰ سے جس کا نام اله ہے لوگوں کا بہت زیادہ پناہ ڈھونڈھنا۔

بعض لوگوں کا یہ کہنا ہے کہ اله یاله سے مشتق ہے۔تحیر کے معنی میں، اذاتحیر سمی الرب بذلک لان العقول تتحیر فی ادراک کنه قدرته (اله لرجل کہا جاتا ہے جب آدمی حیرت میں پڑ جاتا ہے۔رب تعالیٰ ''الـه'' کے نام سے اس لئے موسوم ہے کہ تمام عقلیں اس کی قدرت کی کنہیات کے ادراک سے عاجز ومتحیر ہیں) اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ هو مشتق من لاه یلوه اذا احتجب کماقال الشاعر۔

لاه ربی عن الخلائق طرا ☆ خالق الخلق لایری ویرانا

(لاه یلوه سے مشتق ہے جب کہ کوئی حجاب میں آجائے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے، حجاب میں آگیا میرا رب مخلوقات سے)

خلیل ابن احمد اور اکثر اہل تفسیر فرماتے ہیں کہ اللہ کا نام مشتق نہیں ہے اور یہی قول محمد بن الحسن رحمۃ اللہ علیہ کا بھی ہے۔

الرحمٰن الرحیم: ۔بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یہ دونوں نام رحمت کی صفت سے مشتق ہیں، لیکن رحمٰن، رحیم سے زیادہ بلیغ ہے، رحمٰن خدا کے سوا اور کسی کو نہیں کہنا چاہئے، اسی لئے کسی کو رحمٰن نہیں کہتے ہیں۔اور رحیم کا استعمال مخلوق کے لئے کر سکتے ہیں۔اسی لئے کہتے ہیں کہ فلاں رحیم ہے، اور اللہ تعالیٰ نے بھی رسول اللہ ﷺ کی

صفت میں فرمایا بالمؤمنین رَؤُفٌ رَّحِیمٌ۔ [1]

رحمٰن کا معنی اس طرح بیان کیا گیا ہے کہ دنیا میں ساری مخلوق پر روزی دینے میں رحمت فرمانے والا۔ اور رحیم کے معنی مومنوں پر عقبیٰ میں بخشش وعطا کے ذریعہ خاص رحمت کرنے والا۔

بعض لوگوں کی رائے یہ کہ رحمٰن اور رحیم میں کوئی فرق نہیں ہے رحمٰن رحیم کے معنی میں ہے اور رحیم رحمٰن کے معنی میں۔ عربوں کی عادت ہے کہ فصاحت کے خیال سے ایک معنی کے لئے دو الفاظ کا استعمال کرتے ہیں اور قرآن کریم کا نزول عرب والوں کی لغت میں ان کی عادت اور طریقۂ استعمال کے مطابق ہوا ہے۔

مفسرین کا اس پر اتفاق ہے کہ بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم قرآن کریم کی ایک آیۃ ہے۔ انزلت للفصل بین السّور۔ جو دو سورتوں کے درمیان فرق کرنے کے لئے نازل ہوئی ہے۔ لیکن ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں سورۃ کے آغاز میں بسم اللہ اسی مقام پر نازل ہونے والی ایک آیت نہیں ہے۔ خواہ سورہ فاتحہ کے اوپر ہو یا اور دوسری سورتوں کے اوپر۔

الفصل الثانی فی سورۃ الفاتحہ

سورۂ فاتحہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے قول کے مطابق مکی ہے اور مجاہد نے مدنی کہا ہے۔ بالاتفاق اس میں سات آیتیں ہیں، پچیس کلمے ہیں اور ایک سو ئیس حروف ہیں۔

ابی بن کعب رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے

[1] التوبہ / ۱۲۸

فرمایا جس نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی اس کو دو پارہ قرآن پڑھنے کا ثواب ملے گا۔ اور ایک دوسری روایت میں آیا ہے کہ جس نے سورۂ فاتحہ پڑھا اس نے گویا پورا قرآن ختم کیا۔ اور ہر مومن مرد و عورت کی تعداد کے مطابق درویشوں کو صدقہ دیا۔

بسم اللہ کے ساتھ سورۂ فاتحہ کا ربط اس لئے رکھا گیا ہے کہ شروع کیا جائے اللہ کے نام سے جو رحمت سے موصوف ہے۔ اور ہم رحمت کے محتاج ہیں۔ وہ ساری مخلوق سے بے نیاز ہے۔ اور جب وہ ان صفتوں سے موصوف ہے تو بہتر ہے کہ اس کی حمد کی جائے۔ اس کی مدح و ثنا میں مشغول رہا جائے اور کہا جائے الحمدللّٰہ رب العلمین۔

شانِ نزول :- ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک روز حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے چند صحابہ کے ساتھ صحرائے مکہ سے باہر تشریف لے گئے تو دیکھا کہ شام کی طرف سے سات قافلے مال و اسباب کے ساتھ چلے آرہے ہیں، جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ مبارک ان قافلوں پر پڑی آپ کے دل میں جو حسد سے پاک و صاف تھا یہ خواہش ہوئی کہ کاش یہ مال و اسباب مومنوں کے پاس ہوتا تا کہ یہ اپنے دنیاوی مسائل کو حل کرتے۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تمنا اور خواہش کے پیشِ نظر اللہ تعالیٰ نے یہ سورہ نازل کی اور بطور احسان فرمایا کہ میں نے کافروں کو مال و دولت سے بھرے ہوئے سات قافلے اس لئے دیئے کہ اہل دنیا کو دنیا چاہیئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو مصطفائی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ماننے والوں کو سورہ فاتحہ دیا کہ اس میں بھی سات آئتیں ہیں، جن میں توحید و عبادت کا خزانہ ہے۔ اس کے بعد یہ آیت آئی وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا [1] گوشۂ چشم سے بھی ان کے مال دولت کی طرف نہ دیکھئے وَلَا تَحْزَنْ

[1] الحجر / ۸۸

عَلَیْھِمْ اور آپ اپنے ماننے والوں کی فکر نہ کیجئے۔ اس لئے کہ ان کے کاموں کا انجام دینے والا تو میں ہوں۔

اس سورہ کے بہت سے نام ہیں، ان ناموں میں سے ایک نام اُمّ الکِتاب بھی ہے۔ اُم اصل کو کہتے ہیں۔ قرآن میں جتنے طرح کے علوم آئے ہیں یہ سورہ سب کو جامع ہے۔ اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس نے سورۂ فاتحہ پڑھا اس نے پورے قرآن کو پڑھ لیا۔ **من قراء سورة الفاتحه فكانما قراء القران كله۔**

پورے قرآن میں پروردگار کے لئے حمد، مدح، شکر، ثنا کا جو بھی بیان آیا ہے وہ سب لفظ **الحمد** میں موجود ہے، پورے قرآن میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے اسماء، اس کی صفات، اور وحدانیت و ربوبیت کا جو بھی بیان آیا ہے وہ سب کلمۂ رَب میں موجود ہے، پورے قرآن میں فرشتوں، پیغمبروں، آدمیوں، پریوں، دیو، اور اٹھارہ ہزار عالم کا جو بھی تذکرہ ہے وہ سب لفظ **العٰلمین** کے معنی کے تحت آ گیا ہے۔ پورے قرآن میں رحمت فرمانے، اور روزی دینے کا جو بھی بیان ہے وہ سب لفظ **الرحمٰن** کے معنی میں موجود ہے۔ بخشش اور معافی کا جو بھی بیان ہے ان سب کو **الرحیم** احاطہ کر رہا ہے، پورے قرآن میں قیامت، اس کی کیفیت، وحشت، سختی، حساب و کتاب، دوزخ اور اس کے طبقات، بہشت اور اس کے درجات کا جو بھی بیان ہے وہ سب **مالک یوم الدین** کے معنی میں آ گیا ہے۔ پورے قرآن میں عبادت، سلوک، خشوع، خضوع، عاجزی، انکساری، اوامر کی ادائیگی، اور منہیات سے پرہیز کا جو بھی بیان آیا ہے وہ سب **ایاک نعبد** میں پنہاں ہے۔ طاعت و عبادت کی طرف مائل ہونے کے لئے اور گناہ و معصیت سے محفوظ رہنے کے لئے استعانت، توفیق، لطف و کرم اور امداد کی

جتنی باتیں قرآن میں آئی ہیں وہ سب ایاک نستعین میں موجود ہیں۔ پورے قرآن میں ہدایت و رہبری، اسلام پر ثابت قدمی، برائیوں سے نجات کے لئے گریہ وزاری اور دعائیں آئی ہیں وہ سب اھدنا الصراط المستقیم میں آگئی ہیں۔ پورے قرآن میں فرشتوں، پیغمبروں، صدیقوں، شہیدوں، فرماں برداروں، اور اطاعت گذاروں کا جو تذکرہ آیا ہے وہ سب صراط الذین انعمت علیھم کے معنی کے تحت آ گیا ہے، مشرکوں، یہودیوں، آتش پرستوں اور کافروں کے دوسرے تمام مذاہب کا جو بھی ذکر قرآن میں ہے وہ سب غیر المغضوب علیھم کے معنی میں موجود ہے، بدعتیوں، خواہش پرستوں، اور بہتر فرقوں کا جو بھی ذکر پورے قرآن میں آیا ہے وہ سب و لا الضالین کے معنی کے تحت ہے۔ چونکہ یہ سورہ قرانی علوم کی تمام قسموں کی اصل ہے اسی لئے اس کا نام ام الکتاب ہے۔

تفسیر الفاتحہ

الحمدللہ

حمد و ثنا شکر و ستایش خاص اللہ کے لئے

حمد و ثنا، شکر و ستایش خاص اللہ تعالیٰ کے لئے ہے اور یہ حمد خداوند تعالیٰ کی جانب سے بندوں کے لئے امر یعنی حکم کے معنی میں ہے۔ یا حمد و ثنا سے شروع کرنے کے معنی میں ہے۔ اگر امر کے معنی میں لیا جائے تو امر لفظ قول میں پوشیدہ ہوگا یعنی قولوا الحمدللہ رب العٰلمین ۔ اور اس کی دلیل یہ ہے کہ دوسری آیتوں میں اس کا ثبوت موجود ہے۔ جیسا کہ فرمایا قل الحمدللہ و سلام اور ارشاد خداوندی ہے

قُلِ الحَمدُ لِلّٰهِ الَّذِی لَم یَتَّخِذُ وَلَداً [1] (کہئے ساری حمد وثنا اللہ کے لئے جس نے اپنے لئے کوئی اولاد اختیار نہیں کیا) اگر چہ یہاں رسول اللہ ﷺ کو خطاب کیا جا رہا ہے لیکن اس میں ساری امت کی طرف مخاطبت ہے اس کی دلیل یہ ہے کہ فرمایا ایاک نعبد و ایاک نستعین۔

اور یہ درست و جائز نہیں ہے کہ اس کا استعمال ابتدا کے لئے ہوا ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ معبود ہے نہ کہ عابد، مستعان ہے نہ کہ مستعین۔ یعنی مدد دینے والا ہے نہ کہ مدد مانگنے والا۔ اور جب ابتدا کے معنی میں لیا جائے گا تو پھر اس کا معنی یہ ہو جائے گا کہ اللہ تعالیٰ نے خود اپنی تعریف آپ کی ہے حمد نفسه و استحمد من خلقه خدائے تعالیٰ نے اپنی تعریف فرمائی ہے اور اپنی مخلوق کو اپنی حمد کی طرف دعوت دی ہے۔

حسین ابن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں حمد نفسه تعظیماً لخلقه (اپنے آپ کی جو تعریف کی ہے اس کا مقصد لوگوں کو سکھانا ہے۔) اور یہ حکم کے معنی میں ہے تاکہ لوگ یہ معلوم کرلیں کہ اس کی حمد کس طرح کی جائے اور فرمایا میں اس کلمہ کی بزرگی و بڑائی میں چند باتیں کہہ رہا ہوں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا لا احد احب الیه المدح من اللّٰه فلذلک مدح نفسه فقال الحمد للّٰه رب العٰلمین دنیا میں کوئی نہیں ہے جسے اللہ سے زیادہ اپنی مدح وثنا خوانی محبوب ہو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی مدح وتعریف خود کی ہے اور فرمایا الحمدللّٰه رب العلمین۔

---

[1] بنی اسرائیل / ۱۱۱

یعنی اللہ تعالیٰ کو مدح وستایش جتنی پسند ہے اور محبوب ہے اتنی اور کسی کو پسند و محبوب نہیں ہے۔ اس لئے کہ حمد وستایش کے لئے جو کمال ہونا چاہئے اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر اس کے لائق اور کوئی نہیں ہے۔

نعمت پر شکر ادا کرنے اور منعم یعنی اللہ تعالیٰ کی تعریف بیان کرنے کو حمد کہتے ہیں۔ھو اللہ لاالہ الا ھو لہ الحمد فی الاولیٰ والاٰخرۃ حمد وستایش میرے لئے ہے کہ میں خدا ہوں اور اس جہان میں اور اُس جہان میں۔ اِس عالم میں جن لوگوں نے حمد کی اس کی یوں خبر دی ہے مثلاً نوح علیہ السلام نے اس طرح حمد کی فَـــــاِذَا اسْتَـوَیْـتَ اَنْـتَ وَمَـنْ مَّـعَـکَ عَـلَی الْفُلْکِ فَقُلِ الْحَمْدُلِلّٰہِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ۰[1] (پھر جب تو اور تیرے ساتھ والے ٹھیک سے بیٹھ جائیں کشتی پر تو کہو ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے جس نے ظالموں کی جماعت سے ہمیں نجات دی) حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اس طرح حمد کی اَلْـحَـمْـدُلِـلّٰہِ الَّذِیْ وَھَبَ لِیْ عَلَی الْکِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ط[2] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے مجھے بوڑھاپے میں اسمٰعیل اور اسحٰق دیئے) حضرت داؤد اور حضرت سلیمان علیہما السلام نے یوں حمد کی اَلْـحَـمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰی کَثِیْرٍمِّنْ عِبَادِہِ الْمُؤْمِنِیْنَ (ساری حمد وثنا اللہ کے لئے جس نے ہمیں بہت سارے مومن بندوں پر فضیلت بخشی)

اور رسول اکرم ﷺ کے بارے میں آیا ہے کہ آپ سے فرمایا گیا قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ وَسَلَامٌ عَلٰی عِبَادِہِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰی[4] (کہئے ساری حمد وثنا اللہ کے لئے اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے چن لیا)

---

[1] المومنون /۲۸۔ [2] ابراھیم /۳۹۔ [3] النمل /۱۵۔ [4] النمل /۵۹

اور وہ مطیع و فرماں بردار مومنین جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد کی ان کی یوں تعریف کی گئی ہے کَمَاقَالَ اللّٰہُ تَعَالیٰ اَلتَّائِبُونَ الْعَابِدُوْنَ الْحَامِدُوْنَ السَّائِحُوْنَ[1] (یہ لوگ توبہ کرنے والے، عبادت کرنے والے، حمد کرنے والے، روزہ رکھنے والے ہیں)

اور اُس عالم میں جو لوگ حمد کریں گے ان کے بارے میں کہا گیا ہے کہ مومنین جب میدانِ حشر میں حساب و کتاب سے فارغ ہو جائیں گے تو اس طرح اللہ پاک کی حمد کریں گے وَقُضِیَ بَیْنَھُم بِالْحَقِّ وَقِیْلَ الْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ[2] (اور لوگوں کے درمیان سچا فیصلہ کر دیا جائے گا اور کہیں گے کہ ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جو سارے جہان کا پیدا کرنے والا ہے) جب بہشت کو دیکھیں گے تو یوں کہیں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ ھَدٰنَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَآ اَنْ ھَدٰنَا اللّٰہُ ج[3] (سب خوبیاں اللہ کو جس نے ہمیں اس کی راہ دکھائی اور ہم راہ نہ پاتے اگر اللہ ہمیں راہ نہ دکھاتا) جب بہشت میں داخل ہوں گے تو یوں حمد کریں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْٓ اَذْھَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ط اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَکُوْر[4] (ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جس نے ہم سے غموں کو دور کر دیا۔ بیشک ہمارا رب گناہوں کو معاف کرنے والا اور طاعت کو قبول کرنے والا ہے) اور جب عروج اعلیٰ پر پہنچیں گے اور بلند درجات پر فائز ہوں گے تو اس طرح حمد کریں گے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَہٗ[5] (ساری حمد و ثنا اللہ کے لئے ہے جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچ کیا۔) حاجتوں کے شروع میں آرزوں کے قبل اور کھانا کھانے کے پہلے یوں کہیں گے سُبْحٰنَکَ اَللّٰھُمَّ وَتَحِیَّتُھُم فِیْھَا

---

[1] التوبہ/۱۱۲۔ [2] الزمر/۷۵۔ [3] الاعراف/۴۳۔ [4] فاطر/۳۴۔ [5] الزمر/۷۴

سَلَامٌ[1] (اللہ تجھے پاکی ہے اور ان کے ملتے وقت خوشی کا پہلا بول سلام ہے) گفتگو ختم ہونے اور کھانے سے فراغت کے بعد ان الفاظ میں اللہ تعالیٰ کی حمد کریں گے الحمد للہ رب العٰلمین۔

رب العٰلمین
ساری مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے

رب العٰلمین: یعنی حمد ہے اس خداوند تعالیٰ کے لئے جو مخلوق کا پیدا کرنے والا ہے، مخلوق کا مالک اور پالنہار ہے اور ان کے کاموں کا درست فرمانے والا ہے الرب اصل میں الراب ہے۔ کثرت استعمال کی وجہ سے الف گر گئی ہے اور اس کی گردان اس طرح ہے رب یرب ربا اور ربی یربی تربیۃ اور ربب یربب تربیباً۔

الرب الف لام کے ساتھ مقید ہے اور بغیر الف لام کے مطلقاً۔ الف لام کے ساتھ صرف اللہ پاک کے لئے استعمال کرنا جائز ہے اور بغیر الف لام کے مخلوق کے لئے کہنا جائز ہے۔ جیسے کہتے ہیں رب الدار۔ رب البیت۔ رب المتاع۔

رب کی تفسیر کئی طرح سے کی گئی ہے۔ ایک یہ کہ سَیِّد کے معنی میں آیا ہے جیسے یوسف علیہ السلام کے قصہ میں ہے اذکرنی عند ربک[2] (مجھے یاد رکھنا اپنے بادشاہ کے پاس) یعنی عند سیدک۔ موسیٰ علیہ السلام کے قصہ میں آیا ہے فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّکَ ای سیدک وھو ھارون علیھما السلام انما سمی ھارون سیدا لانہ کان اکبر سنًّا من موسیٰ علیہ السلام (تم جاؤ اور تمہارا سردار۔

---

[1] یونس/۱۰۔ [2] یوسف/۴۲۔

یہاں پر ربک سے سیدک مراد ہے اور وہ جناب ہارون علیہ السلام ہیں۔ ہارون علیہ السلام کو سید اس لئے کہا گیا کہ وہ موسیٰ علیہ السلام سے عمر میں بڑے تھے۔)

رب مصلح کے معنی میں بھی آیا ہے جیسا کہ فرمایا و الربانیون اللہ تعالیٰ نے عالِم کو ربانی کہا ہے اس لئے کہ وہ علم کے ذریعہ اپنی اور دوسروں کے کاموں کی اصلاح کرنے والے ہوتے ہیں۔ اہلِ عرب کہتے ہیں ربیت لِلاَدِیم بمعنی اصلحتہ و دبغتہ یعنی چمڑے کو درست کیا اور ان کو دباغت دیا۔

رب پالنے والے کے معنی میں بھی استعمال ہوا ہے جیسا کہ فرمایا اَلَمْ نُرَبّکَ فِیْنَا وَلِیْدًا[1] (کیا ہم نے تم کو اپنے خاندان میں بچپن میں نہیں پالا؟)

یہاں پر کلمۂ رب سارے معانی کو شامل ہے یعنی رب العٰلمین کا معنی اس طرح کہیں گے خاص اس خدا کی حمد ہے جو سید (سردار) ہے، لوگوں کے کاموں کی اصلاح کرنے والا ہے، اور مخلوق کی پرورش فرمانے والا ہے۔

العٰلمین:۔ العالمین کی تفسیر میں بہت کچھ کہا گیا ہے۔ مقاتل ابن حبان فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے اسّی ہزار عالم ہیں، چالیس ہزار خشکی میں اور چالیس ہزار سمندر میں، یہ دنیا مشرق سے مغرب تک انہیں عالموں میں سے ایک عالم ہے۔

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ کے چالیس ہزار عالم ہیں بیس ہزار خشکی میں اور بیس ہزار سمندر میں، اور یہ پوری دنیا انہیں عالموں میں سے ایک ہے۔

حضرت ابی ابن کعب رضی اللہ عنہ کہتے ہیں اور یہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی روایت

---

[1] الشعرا / ۱۸۔

ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اٹھارہ ہزار عالم ہیں، فرشتے، آسمان و زمین میں رہنے والے، عرش کو اٹھانے والے، کرو بیان، روحانیان، کثیر اختلاف اور اپنی مختلف جنسوں کے ساتھ ایک عالم ہیں۔ ترکی، ہندی، رومی، حبشی، زنگی، یونانی اور عرب و عجم کے تمام آدمی اپنے مختلف ہونے کے باوجود سب ایک عالم ہیں۔

حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ان عالموں کو بیان کرنا میرا دستور نہیں۔ اگر میرا یہ دستور ہوتا اور میں بیان کرتا تو لتفقأت مرارتکم تمہارا کلیجہ پھٹ جاتا یعنی انہیں جاننے اور معلوم کرنے کی تم میں طاقت نہیں ہے۔

عالمین کی سب سے زیادہ قابل اعتماد تفسیر وہی ہے جو ابن مقسم نے کی ہے کہ عالمین جمع ہے اس کا واحد عالَم ہے اور عالم علم سے مشتق ہے علم (نشان، جھنڈا) لشکر و فوج میں نشان کے لئے ہوتا ہے تا کہ ہر شخص یہ معلوم کر لے کہ اس کے ٹھہرنے کی جگہ کہاں ہے۔ یعنی ہر مخلوق اس کی وحدانیت کی نشانی ہے اور مخلوقات کا ہر ذرہ اس کی ہستی کا پتہ دیتا ہے۔ ان ذروں کو پیدا کرنے کے دعوے میں لوگ ناقص ہیں۔ اور ان ذروں کو مٹانے میں بھی لوگوں کا عجز یعنی مجبوری ظاہر ہے تو معلوم ہوا کہ مخلوقات کا ہر ذرہ اس خالقِ حقیقی کے وجود کی دلیل اور نشانی ہے چیزوں کا ختم ہو جانا اُس باری تعالیٰ کے قدیم ہونے کے دلیل ہے۔ اشیاء کا عالم مثال میں آنا اس کی بے مثالی پر دلالت کر رہی ہے۔ تمام مصنوعات کی بقا اس کی وحدانیت اور خدائی کی دلیل ہے۔ اشیاء کی حقیقت اس کے علم و حکمت پر دال ہے۔ اس کے احکام کا نافذ ہونا اس کے عظمت و جلال کی دلیل ہے، کسی کی روزی کو تنگ کر دینا اس کے قبضہ و اختیار پر دلالت کر رہی ہے اور کسی پر روزی کو کھول دینا اس کی فراخی کی دلیل ہے، لوگوں پر عتاب اور غصہ و

غضب اس کی قہاری کی دلیل ہے لوگوں کو رزق عطا فرمانا اس کی رزاقی کی دلیل ہے، ظالموں اور کافروں کو درگذر کرنا اس کی حلیمی کی دلیل ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کو ان صفات سے جانتا اور پہچانتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہی رحمٰن و رحیم ہے۔

الرحمٰن الرحیم

جو رحمت سے موصوف ہے

الرحمٰن الرحیم کی تفسیر پہلے گذر چکی ہے بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ رحمٰن وہ ہے جس نے بندوں سے روزی دینے کا وعدہ کیا اور ان کو اپنی اطاعت و فرمانبرداری کا حکم دیا۔ بندے اس کے احکام کی خلاف ورزی بھی کرتے ہیں لیکن وہ اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ نے اقراء وربک الاکرم کی اسی طرح تفسیر کی ہے کہ کرمه ان يرزق و هو يعبد غيره (اس کا کرم یہ ہے کہ وہ ان کو بھی روزی دیتا ہے جو اس کے غیر کی پرستش کرتے ہیں۔) اور رحیم وہ ہے جس نے اپنے بندوں کو ان کی طاقت سے کم احکام عطا فرمائے اور ضرورت سے زیادہ نعمتیں بخشیں۔

مالك يوم الدين

وہ قیامت اور بدلہ کے دن کا بادشاہ ہے۔

مالک یوم الدین کا ربط الرحمٰن الرحیم کے ساتھ اس لئے ہے کہ الرحمن الرحیم رحمت کی صفت سے مشتق ہے اور یہ امید کو واجب کرتا ہے، اور

مالک ایسا نام ہے جو مالکیت وقادریت کی صفت سے مشتق ہے اور یہ خوف وڈر کو واجب کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جتنے اسمائے حسنیٰ ہیں ان سے یہی دو معانی (امید و خوف) کا اظہار ہوتا ہے جیسے غفور. حلیم. لطیف. شکور. باسط. رازق امید کو واجب کرتا ہے اور عزیز. جبار. قہار. حافظ. معز عدل. منتقم خوف کو واجب کرتا ہے۔ اسی لئے بندہ کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں خوف وامید دونوں کیفیتوں کو برقرار رکھے اور ایمان کی بقا بھی اسی میں ہے۔

یہاں پر اللہ تعالیٰ نے امید کے لئے دو ناموں کا ذکر فرمایا ہے (یعنی رحمٰن و رحیم کا)۔ اور جس سے خوف کا وجوب ہوتا ہے اس کے لئے ایک نام لایا ہے یعنی مالک یوم الدین ۔ اور یہ اس لئے ہے کہ لوگ یہ جان لیں کہ بندوں پر اللہ تعالیٰ کے غضب سے زیادہ اس کی رحمت اثر انداز ہے۔ اسی بات کو رحمۃ للعالمین حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے یوں فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہا سبقت رحمتی علی غضبی میری رحمت میرے غضب پر سبقت لے گئی اور یہ سبقت رحمت کی تاثیر کی وجہ سے ہے نہ کہ نفس رحمت کی وجہ سے۔ اس لئے کہ اللہ کی صفات میں تقدیم وتاخیر یعنی آگے پیچھے نہیں ہے۔

اور یہ بھی معلوم رہنا چاہئے کہ مالک یوم الدین کو دو طرح سے پڑھتے ہیں۔ الف کے ساتھ بھی اور بغیر الف کے بھی۔ اور یہ دونوں قرأت رسول اللہ ﷺ سے منقول ہے۔ لیکن اختلاف اس میں ہے کہ بہتر کیا ہے۔ اور زیادہ ثواب کس میں ہے۔ حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت علی، حضرت عبدالرحمٰن بن عوف اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ مالک پڑھنا زیادہ بہتر ہے۔ اور اسی میں زیادہ

ثواب ہے۔ ان حضرات کی یہی روایت رسول اللہ ﷺ سے بھی مروی ہے اور حضرت عاصم نے بھی اسی طرح قرأت کی ہے۔

سعد بن شجاع البلخی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میری عادت تھی کہ مالک یوم الدین پڑھا کرتے تھے۔ لیکن بعض ادیبوں نے مجھ سے کہا کہ ملک پڑھنا زیادہ بہتر ہے اور مدح میں یہی زیادہ بلیغ ہے ان کے کہنے سے میں نے اپنی عادت ترک کردی اور ملک پڑھنا شروع کردیا۔ یہاں تک کہ ایک رات خواب میں دیکھا کہ کوئی آنے والا آیا اور اس نے مجھ سے کہا کہ اپنی نیکیوں میں سے دس نیکی کیوں کم کردی۔ کیا آپ نہیں جانتے کہ قرآن کے ہر ایک حرف کے لئے دس نیکیاں مقرر ہیں۔ اس کے بعد میں اپنی پہلی عادت پر لوٹ آیا (یعنی مالک یوم الدین پڑھنے لگے)۔

اللہ تعالیٰ تو ہر دن کا مالک ہے پھر روز قیامت کی طرف اضافت کرنے کی ضرورت کیا تھی؟

اس کا جواب یہ ہے کہ آج کے دن ہر شخص ملک اور مالکی کا دعویدار ہے۔ لیکن اُس دن یعنی آخرت میں سارے دعوے ختم ہو جائیں گے اور وہاں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی دعویدار نہ ہوگا۔ جیسا کہ فرمایا لمن الملک الیوم ط للّٰہ الواحد القہار[1] (آج کس کی بادشاہت ہے، ایک اللہ کی جو سب پر غالب ہے) روز قیامت کی طرف مالکیت کی اضافت اسی لئے کی گئی ہے۔

یوم الدین: ابن مسعود، ابن عباس، اور حسن بصری رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں

---

[1] مومن /١٦۔

کہ ''الدین'' الحساب کے معنی میں ہے۔ جیسا کہ ایک دوسری آیت کے بارے میں کہا گیا ہے ذلک الدین القیم یعنی الحساب المستقیم ۔ مجاہد اور ضحاک کہتے ہیں کہ یوم الدین سے یوم جزا مراد ہے جیسا کہ ایک دوسری جگہ آیا ہے وما ادرک ما یوم الدین ۔ یعنی یوم الجزا محمد ابن کعب القرظی کہتے ہیں دین توحید کے معنی میں ہے جیسا کہ ایک جگہ آیا ہے الا للّٰہ الدین الخالص[1] (ہاں! خالص اللہ ہی کے لئے بندگی ہے۔) حسین بن الفضل کا قول ہے کہ یوم الدین سے یوم الخضوع و الخشوع مراد ہے اس لئے کہ اہلِ عرب کہتے ہیں دان العبد لمولاہ ۔ یعنی خضع (بندہ اپنے مولیٰ کی خاطر جھک پڑا یہاں پر دانَ کے معنی خضع ہے یعنی جھک پڑا) روز قیامت کو روزِ خضوع اس لئے کہتے ہیں کہ اس دن سب لوگ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزانہ حاضر ہوں گے۔ جیسا کہ کہا ہے وَعَنَتِ الْوُجُوهُ لِلْحَيِّ الْقَيُّومِ ط[2] (زندہ اور قایم رہنے والے کے سامنے سب چہرے جھک جائیں گے)

مالک یوم الدین ان تمام معانی کو شامل ہے یعنی قیامت روز حساب ہے، حساب کے بعد جزا ہے، لوگ اس دن متواضع (عاجزی و انکساری کے ساتھ) رہیں گے اور لوگوں کی نجات توحید کی وجہ سے ہوگی۔

ایاك نعبد و ایاك نستعین

ہم تیری ہی بندگی کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں

حضرت عکرمہ، حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ ایاک

---

[1] الزمر/۳۔ [2] طہٰ/۱۱۱

نعبد ای ایاک نوحد (ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں یعنی تیری توحید بیان کرتے ہیں۔) قرآن میں عبادت کا جو بھی ذکر ہے اس سے توحید مراد ہے، قرآن میں تسبیح کا جو بھی ذکر ہے اس سے نماز مراد ہے، قرآن میں قنوت (فرماں برداری) کا جو بھی بیان ہے اس سے طاعت مراد ہے۔

گذشتہ آئتوں کے ساتھ ایاک نعبد کا جو ربط ہے اس کا مفہوم یہ ہے کہ پہلی تین آئتیں جو گذریں ان میں توحید اور رد کفر کا بیان ہے۔ اور ان دونوں آئتوں میں سنت اور رد بدعت کا بیان ہے، سنت کے جو مخالفین ہیں وہ اپنے مختلف خیالات کی وجہ سے دو حصوں میں تقسیم کئے جا سکتے ہیں۔ ایک تو وہ ہیں جو عبودیت (بندگی) کے خلاف ہیں اور یہ جبریہ، مُرجیہ، اباحیہ فرقہ کے لوگ ہیں۔ ان پر اللہ کی لعنت ہو۔ ان کا کہنا ہے کہ ہم تو قضاو قدر کے ہاتھوں مجبور ہیں۔ ہمارے اختیار میں کچھ نہیں۔ ہم تو اس درخت کی طرح ہیں جس کو ہوا ہلاتی ہے تو وہ ہلتا ہے۔ اگر ہوا حرکت نہیں دے تو حرکت پیدا ہی نہ ہو، اس مذہب کی خرابی یہ ہے کہ جب تم خود کو قضا و قدر کے ہاتھوں مجبور سمجھوگے تو پھر عذاب وثواب کا تصور ہی باطل ہو جائے گا۔ اس لئے بندہ کو عذاب وثواب کے مستحق ہونے کے لئے مختار ہونا چاہئے۔ جبر اختیار کو چھین لینے کا نام ہے اس کے برخلاف اکراہ رضا کو چھین لینے کا نام ہے نہ کہ اختیار کو۔

ایسی صورت میں تو کفر و فساد کی اضافت خدا کی طرف ہو جائے گی اور امرونہی تعطل میں پڑ جائے گا۔ امر و نہی کے تعطل میں پڑ جانے سے خود کو معذور سمجھنا ہوگا۔ ان پہ خدا کی لعنت ہو یہ لوگ شر کی نسبت اھرمن کی طرف کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قول ایاک نعبد ان لوگوں کے رد کے لئے ہے۔

سنت کے مخالفین میں دوسری قسم ان لوگوں کی ہے جو ربوبیت کے قائل نہیں۔ اور یہ قدریہ، معتزلہ، خارجیہ فرقہ کے لوگ ہیں۔ ان کا یہ کہنا ہے کہ خیر و شر، نیکی و بدی، اچھائی و برائی سب اپنی جانب سے ہے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آلات یعنی اعضاء دیئے۔ ان کو قوت بخشی اور کام کرنے کا حکم دیا گیا۔ اب بندہ اللہ تعالیٰ سے مستغنی و بے نیاز ہوگیا۔ اس سے نہ کوئی حاجت رہی اور نہ ضرورت، اپنے افعال کا خالق وہ اپنے ہی کو کہتے ہیں۔ اور تخلیقات میں خود کو خدا کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ ان کے مطابق یہ لازم آتا ہے کہ سارا کام بندہ کی خواہش سے ہوتا ہے، اللہ کی مرضی سے نہیں۔ اور یہ شنویہ کا مذہب ہے۔ **ایاک نعبد** ایسے ہی مذہب والوں کے رَد میں ہے۔

اہل سنت و الجماعت کا مذہب یہ ہے کہ ہم جبریوں کے برخلاف اپنی عبودیت کا اور قدریوں کے برعکس اللہ تعالیٰ کی ربوبیت کا اقرار کرتے ہیں۔ سارے کاموں کو اپنی جانب سے سمجھتے ہیں تا کہ ان کا عذاب و ثواب مل جائے اور سارے کاموں میں توفیق اللہ کی جانب سے سمجھتے ہیں۔

سفیان بن عیینہ اور مفسرین کی ایک جماعت **ایـاک نـعبـد و ایـاک نستـعیـن** کا اطلاق معاملات میں کرتے ہیں۔ یعنی ہم آپ ہی کی اطاعت کرتے ہیں اور آپ ہی کے سامنے جھکتے ہیں۔ عربی کا ایک مقولہ ہے **طریق معبد** اس کو عربی میں **مذلل موطوء** کہتے ہیں۔ یعنی روندا ہوا راستہ۔

ایـاک اصل میں **اویـاک** ہے۔ واؤ گر گئی۔ اور تخفیف کو تشدید سے بدل دیا گیا۔ محذوف کے حذف ہو جانے سے **ایـاک** رہ گیا۔ کلمۂ **ایـاک** میں کاف خطاب

کے لئے لایا گیا ہے۔ نعبدک و نستعینک نہیں لایا۔ اس لئے کہ لفظ ایاک میں زیادہ تاکید ہے اور یہ مبالغہ نعبدک میں نہیں ہے۔ ایاک نعبد کے معنی یہ ہیں کہ ہم تیری پرستش کرتے ہیں تیرے سوا اور کسی کی پرستش نہیں کرتے۔ اور ایاک نستعین کے معنی ہیں ہم تجھ ہی سے مدد چاہتے ہیں تیرے سوا اور کسی سے مدد نہیں چاہتے نعبدک اور نستعینک میں یہ تاکید نہیں ہے۔ خلیل ابن احمد فرماتے ہیں کہ اِیَّاکَ تشدید کے ساتھ ہے۔ اگر بغیر تشدید کے کوئی پڑھتا ہے تو نماز فاسد ہو جائے گی اور اس کے کافر ہونے کا ڈر بھی ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم
ہم کو سیدھے راستے پر قایم رکھ

یعنی ہم کو خوف اور امید کے راستہ پر قایم رکھ اس لئے کہ یہی ان لوگوں کا راستہ ہے جن پر تو نے انعام کیا۔

قبل والی آیتوں کے ساتھ اس آیت کا ربط اس لئے ہے کہ یہ سورہ تین مضامین پر منقسم ہے۔ پہلے حصہ میں اللہ تعالیٰ کے افعال اور اس کی صفات کا بیان ہے دوسرے حصہ میں بندہ کے اعمال اور اس کے اوصاف کا تذکرہ ہے اور تیسرا حصہ بندہ کی حاجت اور نیاز مندی کے مضمون پر مشتمل ہے۔

اھدنا الصراط المستقیم: - ای قولوا۔ یعنی اس طرح کہو۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ای ثبتنا علی صراط المستقیم۔ مجھے اس راہ راست پر قایم رکھ جو تیری دی ہوئی معرفت اور عبادت کی راہ ہے یہ ہدایت کا سوال ہے۔ سائل اگرچہ راہِ راست پر ہے لیکن اس کے باوجود جب تک وہ دنیا میں

ہے حق سے انحراف، شیطان کے شر اور نفس کے فتنہ سے ڈرتا رہتا ہے اور وہ ہدایت پر ثابت قدم رہنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے توفیق کی بھیک مانگتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اھدنا۔ یعنی اھدنی نہ کہو اس لئے کہ اگر اھدنی کہتے تو یہ صرف اپنے لئے حاجت طلبی ہوتی اور اھدنا کہنے سے اپنے لئے بھی دعاء ہو رہی ہے اور دوسرے تمام مومنوں کے لئے بھی شفاعت ہو رہی ہے اور یہ ان لوگوں کے رد میں ہے جو شفاعت کو نہیں مانتے ہیں اور شفاعت کے منکر ہیں۔

اگر اللہ تعالیٰ نے دنیا میں عام مومنین کو سب سے بڑی حاجت میں شفاعت کرنے کی نعمت بغیر طلب کے عطا فرما دی تو حضرت محمد ﷺ مومنوں کے گناہ کی بخشائش کے لئے شفاعت فرمائیں گے تو اس میں تعجب کی کیا بات ہے۔

صراط المستقیم :- حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے انہوں نے فرمایا کہ الصراط المستقیم سے اللہ تبارک تعالیٰ کی کتاب مراد ہے۔ اور یہی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے بھی مروی ہے۔ ابو العالیہ نے فرمایا کہ الصراط المستقیم سے رسول اللہ ﷺ، حضرت ابی بکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کا طریقہ اور روش مراد ہے۔ جب یہ بات حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے سنی تو فرمایا کہ ابوالعالیہ نے سچ کہا اور امت کے لئے یہی صحیح ہے۔

صراط الذین انعمت علیھم
ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام کیا

یہ صراط مستقیم ان بندوں کا راستہ ہے جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام کیا

اور وہ انبیائے کرام علیہم السلام ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ یازکریا۔ یایحی خذالکتاب قال انی عبداللہ۔ واذکر فی الکتاب ابراھیم۔ واذکر فی الکتاب موسیٰ واذکر فی الکتاب اسمٰعیل، واذکر فی الکتاب ادریس (قرآن کریم کے یہ مندرجہ بالا جملے سورۂ مریم کی مختلف آئتوں کے ہیں) اس طرح نبیوں کو یاد فرمایا ہے پھر کہا اولئک الذین انعم اللہ[1] یہ وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے انعام فرمایا۔ یعنی اس بات کی خبر دی کہ انبیاء منعم علہیم ہیں۔ جنہیں انعام سے نوازا گیا ہے، ہم کو سیدھے راستہ پر محفوظ رکھ۔ ان لوگوں کے راستہ پر جن پر تو نے انعام فرمایا ہے اور جو زوالِ ایمان سے محفوظ رہے۔ حسین بن الفضل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ صراط الذین انعمت علیھم یعنی اتممت علیھم النعمۃ ہم کو ان لوگوں کے راستہ پر چلا جن پر تو نے یہ نعمت تمام کردی۔ بہت سارے صاحبانِ نعمت ایسے گذرے ہیں جو آخر میں نعمت پانے سے محروم کردیئے گئے جیسے ابلیس، قابیل، قارون، بلعم اور برصیصا وغیرھم۔ اس لئے مجھ پر وہ نعمت تمام کردے یعنی میرا خاتمہ اسلام پر ہو۔

قاری حضرات صراط کو تین طرح سے پڑھتے ہیں۔ س، صاد اور زا کے ساتھ صراط کو سین کے ساتھ اصل لغت سے مطابقت کی بنا پر پڑھتے ہیں اس لئے کہ وہ مسترط الطعام سے ماخوذ ہے، جس کا ترجمہ عربی میں ممرہ فی الحلق ہے (یعنی حلق سے کھانے کا بہ آسانی اترنا) چنانچہ اسی وجہ سے راستہ پر سہولت کے ساتھ گذرنے کی بنا پر طریق کو عربی میں سراط کہتے ہیں یعنی آسانی سے گذرنے کا راستہ۔ صراط کو صاد کے ساتھ کلمہ سے مطابقت و مناسبت کی بنا پر پڑھتے ہیں اس لئے کہ اس کا

[1] سورۂ مریم /۵۸۔

آخری کلمہ طـا ہے۔ چنانچہ مطابقت ہی کی وجہ سے پہلے کلمہ کو انہوں نے صاد تسلیم کیا ہے۔ اور صراط کو زا کے ساتھ تخفیف کے پیش نظر پڑھتے ہیں۔

غیر المغضوب علیھم و لا الضالین

نہ ان کا جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔

یعنی ہم کو راہِ راست پر چلا جو پیغمبران علیہم السلام کی راہ ہے اور ان لوگوں کے راستہ سے بچالے جن پر تو نے غضب کیا ہے۔

غیر المغضوب:- یہاں پر غیر بمعنی لا کے ہے یعنی لا المغضوب علیھم و لا الضالین۔

حضرت ابوعبیدہ فرماتے ہیں کہ لا صلہ ہے اور اس کا معنی غیر المغضوب علیھم و لا الضالین ہے۔ اور لا کا فائدہ یہ ہے کہ دو آئتیں جو پہلے گذریں ان میں ایک الذین انعمت علیھم ہے اور دوسری المغضوب علیھم۔ تو اگر لا یہاں پر نہ ہوتا تو مشکل ہو جاتی کہ و لا الضالین کا عطف کس پر ہے۔ آیۃ اول الذین انعمت علیھم پر ہے یا آیۃ دوم المغضوب علیھم پر ہے۔ لا کا استعمال کرنے سے ہمیں یہ معلوم ہو گیا کہ نفی کا عطف نفی پر ہے نہ کہ لا کا عطف آیۃ اول الذین انعمت علیھم پر ہے۔ اس لئے کہ یہاں تو اثبات ہے اور یہ مثبت کے لئے ہے۔ دوسری بات یہ کہ یہاں پر لا کا استعمال لا کو حذف کرنے سے زیادہ فصیح ہے۔

غیر المغضوب علیھم و لا الضالین کی تفسیر میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ المغضوب علیھم سے یہود مراد ہیں اور و لا الضالین سے نصاریٰ۔ اور یہی بات ابن عباس، اسدی، اور الربیع نے بھی کہی ہے۔

اٰمین

اس بات پر اتفاق ہے کہ اٰمیـــــن قرآن سے نہیں ہے مگر مجاہد کا اس میں اختلاف ہے، اور اس بات پر بھی سب متفق ہیں کہ یہ ایک ذکر ہے۔ جس کو سورۂ فاتحہ کے بعد پڑھنا سنت ہے۔ جب رسول اکرم ﷺ نے سورۂ فاتحہ کی تلاوت کی اور آمین نہیں کہا تو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ آمیــن کہئے۔ اور یہ معلوم ہونا چاہئے کہ جبرئیل علیہ السلام اپنی جانب سے تو کچھ نہیں کہتے تھے۔

آمیــن کے تلفظ میں فرق ہے۔ بعض لوگوں نے اس کو ہلکے سے کھینچ کر پڑھا ہے فقہا نے اسی کو اختیار کیا ہے اور عرب کی لعنت میں بھی اسی طرح ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ''ویرحم اللہ عبداقال امینا''۔ اور بعض لوگوں نے بہت ہلکے سے بغیر مد کے پڑھا ہے۔ ادیبوں نے اسی کو اختیار کیا ہے اور لغت میں اس طرح بھی آیا ہے۔ جیسا کہ کسی شاعر نے کہا ہے ''امین فزاد اللّٰہ مابیننا بعد'' مد اور تشدید کے ساتھ پڑھنا غلطی ہے۔

نماز میں بہ آوازِ بلند آمین پڑھنے میں لوگوں نے عالم اور غیر عالم میں فرق پیدا کیا ہے۔ ان کـان عـالـماً تفسد صلوتہ یعنی اگر عالم پڑھدے تو اس کی نماز فاسد ہو جائے گی۔ اور بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ اس میں اختلاف ہے۔ ابی حنیفہ اور محمد رحمہما اللہ کے نزدیک نماز فاسد ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس سے قصد مراد ہے اور یہاں پر قصد و ارادہ لانے کی ضرورت نہیں اس لئے غلط اور لغو ہوگا اور نماز فاسد ہو جائے گی۔ لیکن ابی یوسف رحمۃ اللہ کے قول کے مطابق نماز فاسد نہیں ہوگی۔ اس لئے

کہ یہ تو قرآن میں پایا جاتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا و لا امین البیت الحرام[1]

ان کے نزدیک جو قرآن میں موجود ہے اس کو پڑھنے سے نماز میں فساد نہیں ہوتا۔

آمین امالہ کے ساتھ (یعنی زبر کو زیر کی طرف مائل کر کے) پڑھنا نماز کو فاسد کر دیتا ہے، اور اس پر سب متفق ہیں۔ جو لوگ الف ممدودہ کے ساتھ پڑھتے ہیں وہ یہ کہتے ہیں کہ مد ندا کے معنی میں ہے اس کا معنی اس طرح ہوگا۔ یـا امیـن استجب دعائی (اے آمین! قبول فرما لے میری دعا کو) ان لوگوں نے آمین کو خدا کا نام سمجھا ہے جیسا کہ مجاہد نے فرمایا ہے۔ اور جن لوگوں نے الف مقصورہ کے ساتھ پڑھا ہے وہ بھی ندا ہی کے معنی میں لیتے ہیں۔ اہلِ عرب صرف نام لے کر پکارتے ہیں یعنی صرف نام لینے سے ندا مراد لیتے ہیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا یـوسف ایھـا الـصدیق[2] یعنی اے یوسف۔

کعب الاحبار فرماتے ہیں کہ آمیـــــن خاتم ہے یعنی آخر اور خاتمہ ہے اسی پر مومن بندوں کی دعا ختم ہوتی ہے۔ جیسا کہ ابو زہیر الثقفی کہتے ہیں کہ میں ایک رات رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نکلا اور جب ایک خیمہ کی طرف سے گذرا تو اس خیمہ سے دعاء کی آواز آ رہی تھی۔ حضور ﷺ کھڑے ہو گئے۔ جب دعاء مانگنے والے دعا سے فارغ ہو گئے تو آپ نے فرمایا ختم کرو تو خوشخبری لو۔ یعنی دعاء کو آمین پر ختم کرو تا کہ تم کو دعاء کی قبولیت کی خوشخبری اور بشارت مل جائے۔

ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ آمین کی تفسیر یہ ہے کہ فلیکن کذٰلک یعنی ایسا ہی ہو۔ سورۂ فاتحہ کا نصف اول تیری حمد و ثنا اور تعریف و توصیف میں ہے۔ اور

---

[1] المائدہ /۲۔ [2] یوسف /۴۶

نصف آخر میں میرے لئے سوال و حاجت ہے۔ تو جیسا ہے اور جس صفت کا مالک ہے میں نے تیری توصیف کر دی۔ اب اس کا نصف آخر ویسا ہی ہو جیسا میں چاہتا ہوں۔

بعض لوگوں نے کہا ہے کہ آمین سریانی زبان کا لفظ ہے اور وہ ایسا اس لئے کہتے ہیں کہ یہودیوں نے توریت میں آمین کی تفسیر پڑھی تھی اور اپنی اس واقفیت پر وہ حسد کرتے تھے، یعنی اللہ تعالیٰ نے توریت میں آمین کی تفسیر بیان کی۔ لیکن یہ آمین ان یہودیوں کو عطا نہیں فرمایا۔ آمین اور اس کا ثواب اس امتِ مسلمہ کو عنایت فرمایا لیکن اس کی تفسیر ان سے بیان نہیں کی۔ چونکہ یہود اس کی تفسیر سے واقف تھے اور اس لفظ اور اس کے ثواب سے محروم رہے اس لئے وہ اس امت پر حسد کرنے لگے۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا ہے ما حسد تکم الیھود کحسد ھم ایا کم فی آمین (یہود نے تم لوگوں سے اتنا حسد نہیں کیا جتنا کہ زیادہ حسد انہیں تم لوگوں کے آمین کہنے پر ہے۔)

اسی لئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو تین چیزیں ایسی عنایت فرمائی ہیں اور بخشی ہیں جو اور دوسری کسی امت کو نہیں دی۔ ان تینوں میں ایک نماز باجماعت ہے۔ دوسری تحیت وسلام ہے اور تیسری آمین ہے۔

حضرت ابی ھریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب امام ولا الضالین کہے تو تم لوگ آمین کہو اور بلا شبہ امام بھی آمین کہے گا۔ فرشتے بھی اس وقت آمین کہتے ہیں۔ جس شخص کا آمین کہنا فرشتے کے آمین کے موافق و مطابق ہوگا اس کے تمام اگلے گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔

❀ ❀ ❀

اشاریہ

آیاتِ قرآنی

صفحہ نمبر

60

الحمدللّٰه الذی ھدٰنا لھذ او ماکنا		
لنھتدی لو لا ان ھدنا اللّٰه	[الاعراف/۴۳]	۳۵
الحمدللّٰه الذی اذھب عنا الحزن ط		
ان ربنا لغفور شکور	[فاطر/۳۴]	۳۵
الحمدللّٰه الذی صدقنا وعده	[الزمر/۷۴]	۳۵
سبحنک الھم و تحیتھم فیھاسلام	[یونس/۱۰]	۳۶
اذکرنی عند ربک	[یوسف/۴۲]	۳۶
الم نربک فینا ولیدا	[الشعرا/۱۸]	۳۷
لمن الملک الیوم ط للّٰه الواحد القھار	[مومن/۱۶]	۴۱
الاللّٰه الدین الخالص	[الزمر/۳]	۴۲
وعنت الوجوه للحی القیوم	[طه/۱۱۱]	۴۲
یایحی خذالکتاب		
قال انی عبداللّٰه		
واذکر فی الکتاب ابراھیم	[سوره مریم]	۴۷
واذکر فی الکتاب موسیٰ		
واذ کر فی الکتاب اسمٰعیل		
واذ کر فی الکتاب ادریس		
اولئک الذین انعم اللّٰه	[مریم/۵۸]	۴۷
ولا امین البیت الحرام	[المائده/۲]	۵۰
یوسف ایھا الصدیق	[یوسف/۴۶]	۵۰

احادیث نبویؐ اور عربی اقوال

اعلام

خوشخبری

تفسیر زاہدی

کی

دوسری قسط

☆ انشاء اللہ ☆

بہت جلد منظر عام پر آرہی ہے۔

Scanned by CamScanner

حضرت مترجم کی علمی خدمات

۱. ترجمہ ارشاد السالکین
۲. " ارشاد الطالبین
۳. " مکتوبات بست وہشت
۴. " خوان پر نعمت
۵. " فوائد رکنی
۶. " مناقب الاصفیاء
۷. " مکتوبات حسینؒ (زیر طبع)
۸. " ملفوظ الصفر (زیر طبع)
۹. " تفسیر زاہدی (تفسیر سورۂ فاتحہ)
۱۰. " شرف الانساب
۱۱. بہار شریف کے فارسی گو صوفی شعراء (تحقیقی مقالہ) غیر مطبوعہ
۱۲. حیات و آثار حضرت جنابحضور شاہ امین احمد فردوسیؒ ثباتؔ (تحقیقی مقالہ) غیر مطبوعہ

"SHARFUL ESHAAT"
GULZAR-E-IBRAHIM,
BHAINSASOOR, BIHAR SHARIF, NALANDA